تذکرہ ابو البرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری گیلانی

ٹھٹوی ثم پشاوری

اردو ترجمہ

خوارق العادات

یعنی

بعضے کرامات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (فارسی)

از

سیّد غلام بن حضرت سیّد محمّد عابد بن حضرت سیّد شاہ محمّد غوث صاحب قادری لاہوری

مترجم

(فقیر) محمّد امیر شاہ قادری گیلانی، بکہ توت پشاور

تذکرۂ ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری گیلانی
پھٹوی ثم پشاوری

○

اُردو ترجمہ

خوارق العادات

یعنی

بعضے کرامات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (فارسی)

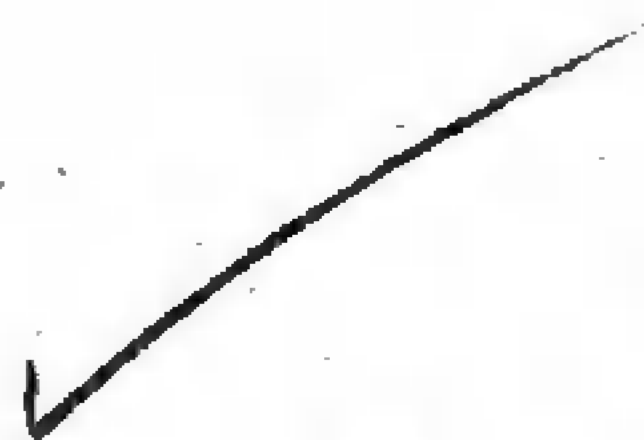
از:

سید غلام بن حضرت سید محمد عابد بن حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب
قادری لاہوری

○

مترجم

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی، یکہ توت پشاور



پیش لفظ

برصغیر پاک و ہند میں تصوّف کے ہر چہار سلاسل یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے بزرگان کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے جس انتہائی محنت اور جانفشانی سے اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس وطنِ عزیز کی تاریخ کے ہر صفحے پر جلی حروف سے تحریر ہے۔ آج یہ جو ہر طرف خداوندِ بزرگ و برتر کی توحید اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ انہی حضرات کی بے انتہا کوششوں اور انتھک محنت کا نتیجہ ہے۔

اس وقت قارئین کی خدمت میں خاندانِ نبوّت کے ایک عظیم مبلغ اسلام یعنی حضرت غوثِ اعظم قطبِ ربّانی محبوبِ سبحانی، قندیلِ نُورانی، شہبازِ لامکانی، سیّد السادات سید شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی کے گھرانے کے ایک بلند ترین بزرگ شہبازِ طریقت، غواصِ بحرِ حقیقت، عارفِ علومِ علم لدّنی، سرگروہِ اربابِ طریقت و ولایت حضرت ابوالبرکات سید حسن گیلانی قادری ٹھٹوی ثم پشاوری کی زندگی مبارکہ پر کتاب کا ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس کے مصنّف حضرت میر محی الدین المعروف شاہ غلام (کشمیر) بن حضرت سید محمد عابد قادری خانیاری (کشمیر) بن حضرت سید شاہ محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری

بن ابوالبرکات سید حسن ٹھٹوی ثم پشاوری رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں مصنف مرحوم نے ہر ایک حکایت کے نقل کرنے میں باقاعدہ سند بیان کی ہے اور روایت کے سلسلہ میں غیر معتبر یا غیر ثقہ شخص سے روایت نہیں کی بلکہ اپنے والد یا اپنے چچا یا اپنے دادا رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے جو ارشادات سُنے بعینہٖ نقل کر دیئے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کا نام انہوں نے "خوارق عادات یعنی بعضے کرامات سید حسن" رکھا بظاہر تو یہ کتاب نام کے اعتبار سے حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کا مجموعہ ہے۔ مگر درحقیقت آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات ہے جس میں ان کی زندگی کا ہر پہلو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ

حکایت نمبر ا میں حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی مرتبت حضرت سید عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بغداد شریف سے ٹھٹہ (سندھ) تشریف لانا' وہاں کے لوگوں کے اصرار پر وہاں ہی قیام پذیر ہونا۔ ٹھٹہ کے ایک صحیح النسب سادات گھرانے میں شادی کرنا۔ حضرت سید حسن اور حضرت سید محمد فاضل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما ہر دو برادران کا ٹھٹہ (سندھ) میں تولد ہونا۔ حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی سید عبداللہ المعروف صحابی رسُول کی وفات سے قبل حضور پُر نُور سیدِ کل صلے اللہ علیہ وسلم' صحابۂ کبار اماماں اور جناب غوث الثقلین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا آپ کے گھر میں تشریف لانا۔ حضرت ابوالبرکات سید حسن رضی اللہ عنہ کی تربیت کا انتظام کرنا۔ حضرت سید عبداللہ رضی اللہ عنہ المعروف

صحابی کا وصال، حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی دریائے شور میں سات سال تک عبادتِ الٰہی کرنا۔ واپس آکر گجرات (کاٹھیاواڑ) شاہجہان آباد لاہور۔ گجرات (پنجاب) پوٹھوار اور آخر میں پشاور تک سفر کرنا۔ اثناء سفر میں بزرگانِ کرام سے ملاقات کرنا۔ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق پشاور شہر کے باہر سلطان پور کے مقام پر مستقل قیام فرمانا۔ کوٹلہ محسن خان کے نواب کی لڑکی سے شادی کرنا جس سے جناب سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا تولد ہونا۔ سادات کُنڑ کے حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی سے شادی کرنا اور اس بیوی صاحبہ کے بطن سے جناب سید شاہ محمد غوث اور جناب سید علی کا تولد ہونا۔ بیان کیا گیا ہے۔

حکایت نمبر ۲ میں نواب امیر خان حاکم و ناظم کا باوجود شیعہ مذہب رکھنے کے آنجناب رضی اللہ عنہ کا معتقد ہونا۔ آنجناب کی صفائے قلب، توجہ باطنی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اَن گنت عنایات و بے انتہا بخشش کا ذکر ہے۔

حکایت نمبر ۳ میں حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہر جمعہ کے دن صبح کی نماز سے لے کر ظہر کی نماز تک ذکر جہر کا حلقہ قائم کرنا، نعت خوانی کروانا، مریدین پر توجہ فرمانا۔ حافظ عنایت اللہ صاحب (گجراتی) کا توبہ کر کے بیعت ہونے کا ذکر ہے۔

حکایت ۴ میں اپنے برادر خورد سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر دھمتوڑ اور پکھلی کا سفر کرنا۔ نواب مظفر خان کا خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا۔ دریا کے دوسرے

کنارے مظفر آباد شہر تعمیر ہونا۔ پھر کشمیر پہنچ کر اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت سے سرفراز فرما کر وہاں اپنا نائب مقرر فرمانے کا بیان ہے۔

حکایت نمبر ۵ میں سفر کابل اور مردانِ غیب یعنی جنّات کا آپ کے تابع ہونا نیز آپ کے اخلاق کریمانہ عفو اور درگذر فرمانے کا ذکر ہے۔

حکایت نمبر ۶ میں آپ کا شکار کھیلنا اور نظر قہر سے ہرن کا شکار کرنے کا بیان ہے۔

حکایت نمبر ۷ میں نواب امیر خان ناظم و حاکم کابل کی اس اطلاع کو کہ "یہ افواہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ فوت ہو گیا ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم لدُنّی سے غلط اور بے بنیاد فرمایا اور معلمِ حقیقی کی تعلیم سے اپنی وفات کو بادشاہ عالمگیر کی وفات سے پہلے بتلانا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا کا بیان ہے۔

حکایت نمبر ۸ میں نواب امیر خان ناظم و حاکم کابل کے ہمراہ کابل کا سفر کرنا اور نواب کو وباءِ عظیم کے پھوٹ پڑنے سے پہلے خبر دینا۔ آپ کا کابل سے واپس چلا آنا اور نواب صاحب کا اس وباء میں انتقال کر جانے کا ذکر ہے۔

حکایت نمبر ۹ میں بغیر کشتی اور ناخدا کے بمعہ گھوڑے اور خادم کے دریائے کابل کو عبور کرنا اور اپنے سلسلہ کے متوسلین کو یہ تعلیم ارشاد فرمانا کہ اس قسم کی کرامات سالک کیلئے آفات کا باعث ہوتی ہیں اور سلوک و معرفت کی راہ میں بلندی درجات کیلئے رکاوٹ ہیں۔ بلکہ

اصل کام دین اسلام کے احکام پر استقامت ہے کا ذکر ہے۔

حکایت نمبر ۱۰ میں نواب امیر ناظم و حاکم کابل کا بادشاہِ وقت اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے برائے گذارن معیشت سند لانا۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اس سند کو لینے سے انکار کرنا۔ نیز اس سند کے صحیح مصرف کی نشاندہی کروانا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی استغناء قلبی تعلق باللہ اور ماسوی اللہ سے قطع تعلق کا بیان ہے۔

حکایت نمبر ۱۱ میں آپ کی کرامات جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دریا بھی آنجناب کے حکم کے تحت ہیں کا بیان ہے۔

حکایت نمبر ۱۲ میں آپ کے لنگر مبارک، آپ کے بنفس نفیس ہر ایک کی خدمت کرنا۔ آپ کی وفات کے بعد عالم غیب سے آپ کے تمام قرضوں کی ادائیگی کا بیان ہے۔ نیز حضرت امام المحدثین میر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری کا یہ ارشاد کہ جس وقت بھی کوئی دینی و دنیوی مشکل درپیش ہوتی ہے اور اس کے حل کرنے میں عاجز ہو جاتا ہوں تو والد گرامی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا ہوں کہ وہ شکل مبارک اور انہیں پاکیزہ شمائل کے ساتھ جو کہ اس عالم میں رکھتے تھے۔ میرے سامنے موجود ہیں اور اس مشکل کو حل کر کے چلے جاتے ہیں اور یہ واقعہ عالم بیداری میں ہوتا ہے نہ کہ خواب میں کا ذکر ہے۔

حکایت نمبر ۱۳ میں آنجناب کے اخلاق کریمانہ کا مفصل ذکر ہے جس میں آپ کی سخاوت ہمدردی، مخلوقِ خدا پر شفقت و رافت اور عنایات بے پایاں نیز لنگر شریف سے ہر ایک ضرورت مند کی حسب ضرورت حاجت برآری کا ذکر ہے۔

اس کتاب کا یہ نسخہ قدیم ترین نسخہ ہے۔

جس وقت یہ لکھا گیا۔ اس وقت مصنّف کے والد جناب سید محمد عابد بن حضرت شاہ محمد غوث لاہوری زندہ تھے۔ اس لئے کہ حضرت سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۱۱۹۳ھ میں ہوا اور آپ کے چچا حضرت سید میر شاکر شاہ صاحب کی وفات بھی ۱۱۹۳ھ بمقام ڈھیری ملیاران جلالپور شریف ضلع جہلم میں ہوئی یعنی اس نسخہ کی تحریر کے وقت آپ بھی حیات تھے۔ نیز مصنّف مرحوم نے تمام تعلیم و تربیت حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۵۲ھ) سے حاصل کی بعدہٗ حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں سند خلافت سے بھی نوازا۔ یہ نسخہ ۱۱۸۹ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے آخر میں یوں تحریر ہے۔

تمت هذه النسخة الشريفة من التحرير

والتصنيف فی ۱۱۸۹ھ"

اس نسخہ کا فارسی متن بھی ترجمہ کیساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

کچھ عرصہ سے پاکستان کے صوفیاء اور علماء پر مختلف کتابیں چھپ رہی ہیں جو کہ اکثر و بیشتر فارسی کتابوں کا ترجمہ یا ان سے اخذ کی گئی ہیں اور اسی طرح اخبارات میں مضامین بھی شائع ہو رہے ہیں بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت ابوالبرکات سید حسن گیلانی قادری کے خاندان کے بزرگان کرام کے متعلق لکھا۔ خود کوئی تحقیق اور تلاش نہیں کی جس کی وجہ سے وہی غلطیاں اور لغزشیں جو پہلے تذکرہ نویسوں سے ہوئی تھیں۔ ان لکھنے والوں سے بھی سرزد ہوئیں۔ اس فقیر کو امید

ہے کہ اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد وہ تمام غلط فہمیاں ختم ہو جائیں گی۔

محترمی سید عنایت علی شاہ صاحب متعلّم لا کالج پشاور یونیورسٹی جنہوں نے اس ترجمہ کا مبیضہ لکھا اور جناب صابر حسین صاحب قادری سپروائزر ایکسچینج محکمہ ٹیلیفون جنہوں نے اس ترجمہ کی املا کو لکھا۔ میں صمیمِ قلب سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان ہر دو حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ؕ

(فقیر) محمد امیر قادری گیلانی
یکہ توت، پشاور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے)

اَن گنت تعریف اور لامحدود ثنا اُس ذاتِ بے ہمتا کے لئے کہ جس کی قلم قدرت سے بالکل غیر موجود شے نے زندگی کا وجود پایا اور تاریک مٹی (یعنی انسانی ہستی) اس کی نظرِ رحمت سے اسی ذات اقدس کی مکمل مظہر بن گئی اور کلی طور پر غیر موجود شے نے اسی کے وجود کے پرتو سے میدانِ بقا میں ہستی کے وجود کو پالیا۔

درود اور پاکیزہ تحفے خاص اس اشرف المخلوق کیلئے جو کہ اولین و آخرین کے جہان کی پیدائش کا باعث ہے اور تمام موجود و غیر موجود جو تم دیکھ رہے ہو۔ اُسی کی ذاتِ بابرکات سے ہے اور یہ آیۂ کریمہ وما ارسلنٰک الخ اسی کی ذات اقدس کی توصیف ہے۔ وانک لعلی خلق عظیم اسی کی صفاتِ مبارکہ کی نعت ہے بلکہ جناب واجب الوجود کی ذات کا ظہور اسی کی ذاتِ اقدس کے لئے ہے۔

اشعار:

منور از جمالش ہر چہ موجود　　مکرم اوست از ہر بود و نابود

خداوصف رخش را والضحیٰ گفت	درو واللیل را درموئے او سفت

اور اسکی آل واولاد جو اس کے ممالک کے مالک ہیں، اور آیۂ کریمہ ویطھرکم تطھیراً ان کا لقب ہے اور اس کے اصحاب واحباب جوکہ اسکی راہوں پر رواں دواں ہیں جن کو رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کی بشارت نصیب ہے۔

اشعار:

حب درویشاں دلیل صدق وفاق	بغض ایشاں نشان کفر و نفاق
قرب شان پایۂ علو و جلال	بعد شان مایہ عنود و ضلال

امابعد گنہگار غلام[1] بن سید محمد عابد[2] قادری بن سید محمد غوث[3]

ع[1] آپ کا اسم گرامی سید محی الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا اور غلام شاہ قادری کے نام سے مشہور و معروف تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے دادا حضرت شیخ المحدثین قطب الاقطاب سیدنا شاہ محمد غوث صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ آپ حافظ قرآنِ حکیم و احادیثِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ مرید و خلیفہ بھی حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس فقیر کو جناب عزت مآب سید شریف حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سندِ خلافت بتائی تھی جو انہوں نے حضرت سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی تھی۔ یہ رسالہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ آپ صاحب دیوان بھی ہیں آپ کا مزار شریف سرینگر کشمیر میں ہے۔

ع[2] آپ کا اسم گرامی میر عابد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ (باقی برصفحہ آئندہ)

بن سید حسن احسن اللہ الیہم کہتا ہے کہ مرید کو چاہیئے کہ مُرشد کامل کے حقوق کو حقوق اللہ کے مانند سمجھے اور اس (مرشد کامل) کے احوال کو ہر وقت وردِ زبان بنائے رکھے اور مرشد کامل کی صورت کو اپنے دل پر نقش کالحجر بنالے کہ یہی سلوک ہے اور یہی فیوض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حضرت شاہ محمد غوث کے بڑے فرزند تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والدِ محترم کے زیرِ سایہ ہوئی۔ قرآنِ مجید حفظ کرنے کے بعد علومِ درسیہ سے فراغت حاصل کی اور والدِ محترم کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں سندِ خلافت حاصل کی۔ سرینگر کشمیر کے ایک محلہ لیری باغ میں مستقل سکونت اختیار کی لنگر جاری کیا۔ درس تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کی ذات ستودہ صفات مرجع خواص و عوام تھی۔ اطراف و جوانب سے جوق در جوق طلباء اور فقراء آنے لگے۔ اور آنجناب کے علمی کمالات اور فیوض باطنی سے مستفید ہونے لگے۔ آپ کی عام فیاضی اور نان دہی کا اتنا چرچا ہوا۔ نیز آنجناب کی حسنِ سیرت اور مخصوص اوصاف اتنی شہرت پاگئے کہ بقول مورخِ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب سعادت مرحوم حکام کے کانوں تک یہ بات پہنچی۔ حکومت کے حل و عقد سے حسبِ ذیل تیرہ ۱۳ گاؤں کانز، کچھ، لامورہ، داڈہ، اوبزہ، تھڈھ، کرم سیسر، کپورہ، والورہ، برن وار، وار پیروار، باجی، جیرو، اور انگر بطور جاگیرات آپ کے نام منتقل کر دیئے۔ نیز آپ کی سیاسی دسترس اتنی ہمہ گیر تھی کہ جب کبھی کسی حاکم کی یا گورنر کی تبدیلی کا مسئلہ در پیش آتا تو آپ سے مشورہ کرنے کے بعد اور آپ کی رائے کے موافق وہ مسئلہ (باقی برصفحہ آئندہ)

کے حصول کا (حقیقی) ذریعہ ہے۔ اور نیز فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول ہونا اسی شغل سے میسّر ہوتا ہے لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس رسالے میں جس کا نام "خوارق العادات" ہے۔ کچھ کرامات اور خوارق عادات جناب حضرت سید حسن رضی اللہ عنہ جو کہ میں نے اپنے دادا اور باپ سے خود (بنفسِ نفیس) سُنے ہیں لکھ دوں۔ نیز اگرچہ اُن کی کرامات بارش کے قطروں کی طرح اَن گنت اور بے حساب ہیں لیکن جو مجھ عاصی نے متواتر اور پے درپے اپنوں اور بیگانوں گذرے ہوئے اور موجودہ ملنے والوں سے بطرز عنوان خاص سنیں اس نسخہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حل ہوتا ہے جب درانی عہد ختم ہوا اور سکھوں کی حکومت قائم ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے آپ کی تمام جاگیرات ضبط کرلیں۔ اور خود اُن جاگیرات پر متصرف ہوا۔ آپ کی وفات تیرہ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ میں واقع ہوئی۔

جناب مورخِ کشمیر مفتی محمد شاہ صاحب سعادت فرماتے ہیں آپکی دفن گاہ کی تخصیص میں عجب قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔ بعض یہ کہتے تھے۔ محلہ خانیار میں بمقام سید شاہ محمد فاضل صاحب قادری دفن ہونا چاہیئے۔ بعض یہ کہتے کہ آپ کی نعش کو لاہور میں پہنچا کر جناب سید محمد غوث صاحب کی قبر شریف کے پاس دفن کیا جاوے۔ مختصر یہ کہ جان محمد صاحب سیالکوٹی نے یہ رائے پیش کی کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ قرعہ اندازی کی بنا پر آپ کا مدفن جناب شیخ عبدالرشید صاحب قادری چکن پوش کے صحن میں قرار پایا" آپ کی تاریخ وفات "ہست بہشت جائے او" یعنی ۱۱۹۳ھ ہے

جمع کر دی ہیں تاکہ بمطابق اس مقولے کے کہ

"ماکتب قرّ و ماحفظ فرّ"

(جو لکھا گیا وہ پڑھا گیا اور جو ایک ذہن میں یاد رہا فراموش ہو گیا)
میری منشا ہے کہ اس سلسلہ کے مریدین کیلئے یہ رسالہ ایک زمانہ تک رہنمائی کا روشن سنگِ میل رہے۔

شعر: بلوحِ الخطِّ فِی القرطاسِ دَھرًا
وَکاتِبُہٗ رَمِیْمٌ فِی التُّراب

ہر عبارت جو کاغذ پر ضبطِ تحریر میں لائی جائے اسے مدّتوں دوام حاصل رہتا ہے حالانکہ اس کے لکھنے والے کی مٹی تک نابود ہو جاتی ہے۔

نوٹ: ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں کراچی سے ۶۴ میل کے فاصلے پر شاہراہ حیدر آباد پر واقع ہے۔

حکایت میں نے اپنے مرشد ارشد اور گرامی قدر پردادا جناب سیّد محمد غوث[1] رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا۔

---

[1] آپ کا اسم گرامی والدین نے "محمد غوث" رکھا اور "حضرت سخی شاہ محمد غوث" کے نام سے مشہور ہوئے۔ بقول مورخ کشمیر آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۸۷ھ میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم و تربیت اپنے والد کے زیر سایہ ہوئی۔ ۱۸ سال کی عمر میں تمام کتب متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید یاد کر لیا۔ آپ نے تلویح توضیح اخوند مولانا محمد نعیم صاحب کابلی سے پڑھی اور حدیث شریف (باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) محدثِ جلیل حضرت مولانا میاں جان محمد صاحب کلان لاہوری سے پڑھی اور ان سے اجازت بھی حاصل کی اور دیگر علومِ درسیہ مولانا نور محمد صاحب مُدقّق حاجی مولانا مولوی حاجی یار بیگ صاحب، مولانا مولوی عبدالہادی صاحب اور میاں محمد مراد صاحب سے اخذ کیے۔

یہ سب حضرات لاہور میں مقیم تھے اور فضلاء کمال تھے۔ سلسلہ طریقت اپنے والدِ گرامی سے حاصل کیا۔ ذکر لسانی جہر و خفیہ ذکرِ قلبی و مراقبات ریاضات و مجاہدات میں کمال حاصل کیا۔ بیعت کے چھ برس کے بعد جبکہ سلوک کو مکمل کر لیا تو منشورِ خلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے کابل کشمیر ہندوستان اور حجاز کا سفر کیا۔ بخاری شریف کی شرح غوثیہ کے نام پر لکھی تصوّف پر ایک رسالہ بنام "کتاب دربیانِ کسب سلوک وبیانِ طریقت و حقیقت" ذکرِ جہر کے جواز پر ایک مدلل رسالہ لکھا۔ قصیدہ غوثیہ شریف کے مشکل مقامات کی شرح میں ایک رسالہ لکھا۔ توحید کے موضوع پر دو مقالے لکھے اور ایک مفصل کتاب بنام "اسرار التوحید" لکھی۔ اس طرح آپ کی اور بھی بہت سی تصانیف ہیں۔ ہاں آپ نے ایک رسالہ اصولِ حدیث کے موضوع پر بھی لکھا۔ آپ کے کرامات بے حد و بے حساب تھے۔ آپ کی وفات ۱۷ ربیع الاوّل ۱۱۵۲ھ کو ہوئی۔ مزار پُرانوار بیرون دہلی دروازہ لاہور (پنجاب) میں مرجع عوام و خواص ہے۔ آپ کے چاروں فرزند سیّد محمد عابد شاہ صاحب (کشمیر) میر سید شاکر شاہ صاحب (جلال پور شریف جہلم) میر سید شاہ میر صاحب (مظفر آباد آزاد کشمیر) میر سید باقر شاہ صاحب اور آپ کے پوتے سید محی الدین صاحب المعروف شاہ غلام صاحب (کشمیر) اور جناب حافظ محمد سعید صاحب، حافظ محمد صدیق صاحب (پشاور) (باقی برصفحہ آئندہ)

وہ بیان فرماتے تھے کہ اُن دادا بزرگوار حضرت سیّد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جناب محمد غوث صاحب (پشاور) جناب شیخ وجیہہ الدین صاحب المعروف بہ زہدی لاہوری اور جناب عبدالسلام صاحب بنی شریف (گجرات) یہ تمام حضرات آپ کے نامور خلفاؤں میں سے ہیں۔ (مترجم)

لہ حضور غوث الصمدانی محبوب ربانی ہیکل یزدانی قندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی سیّدنا و مرشدنا شیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فرزندِ ارجمند قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت سیّد عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چودھویں پشت سے حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین امام الطریقہ قادریہ حسنیہ حضرت سید عبداللہ شاہ المقلب صحابی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف سے سندھ بمقام ٹھٹھہ تشریف لائے۔ آپ کا شجرہ مبارکہ یہ ہے۔

حضرت سید عبداللہ صاحب بن حضرت سید محمود صاحب بن حضرت سید عبدالقادر صاحب بن حضرت سید عبدالباسط صاحب بن حضرت سید حسین صاحب بن حضرت سید احمد صاحب بن حضرت سید شرف الدین قاسم صاحب بن حضرت سید شرف الدین یحییٰ صاحب بن سید بدر الدین حسن صاحب بن سید علاؤ الدین علی صاحب بن حضرت سید شمس الدین محمد صاحب بن حضرت سید شرف الدین یحییٰ بزرگ صاحب بن حضرت سید شہاب الدین احمد صاحب بن حضرت سید ابوصالح النصر صاحب بن حضرت سید عبدالرزاق صاحب بن حضرت سیّد السادات غوثِ اعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی بن حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن حضرت سید عبداللہ جیلی بن حضرت سید یحییٰ زاہد بن حضرت سید شمس الدین محمد زکریا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بن حضرت سید ابو بکر داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن حضرت سید عبداللہ صالح بن حضرت سید موسیٰ الجون بن سید عبداللہ المحض بن حضرت سید حسن مثنیٰ بن حضرت سید امام حسن مجتبیٰ بن حضرت امام الاولیاء علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ شجرہ مبارکہ اتنا صحیح مستند اور مشہور ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اور تاریخ انساب کی جملہ مستند کتابوں سے اس کی صحت کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز اولیاء سادات کے حالات و سوانح سے متعلق اہم مطبوعات میں بھی بلا کم و کاست یہی شجرہ مبارکہ مرقوم ہے۔ اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جناب امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند حضرت سید حسن مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقد امام مظلوم سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر فرخندہ اختر جنابہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہوا تھا۔ ان ہر دو بزرگان کرام رضی اللہ عنہما کی اولاد حسنی اور حسینی کہلاتی ہے۔ اس کے علاوہ حضور غوث اعظم سید السادات سید ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ[ع۱] حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ع۱ آنجناب کی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر بنت حضرت سید عبداللہ صومعی بن سید ابو جمال محمد بن ابو محمد سید احمد بن ابو محمد سید طاہر بن سید ابو عطا عبداللہ بن سید ابو الکمال سید علی بن سید علاؤ الدین بن سید ابو عبداللہ محمد بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سبط رسول اللہ امام حسین بن حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ رضی اللہ علیہم اجمعین

جب بغداد شریف سے جو کہ اُن کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہٰذا ان ہر دو بنا پر یہ کہنا انتہائی صائب اور دُرست ہے کہ قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب صحابی رحمۃ اللہ علیہ بلحاظ نسب شریف حسنی اور حسینی ہونے کی مقدس خصوصیت سے ممتاز ہیں۔

عزّت مآب حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب المشہور صحابی رحمۃ اللہ علیہ بغداد شریف (عراق) سے اکیلے ٹھٹھ (سندھ) تشریف لائے۔ حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب پشاوری ثم لاہوری بن قطب الاقطاب ابوالبرکات سید حسن صاحب ٹھٹوی ثم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں[۱]

"وجدّ فقیر سید عبداللہ از بغداد چوں بملک تھتہ (ٹھٹھ) تشریف آوردند در آنجا بخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر ہمانجا متولد شدند" یعنی اِس فقیر کے دادا سید عبداللہ جب بغداد سے ٹھٹھ تشریف لائے تو وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کی اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے"۔

حضرت سید محی الدین صاحب المعروف سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت محدثِ جلیل سید شاہ محمد غوث صاحب کے پوتے اور مرید و خلیفۂ مجاز ہیں) تحریر فرماتے ہیں[۲] (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[۱] قلمی رسالہ از حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ اسی رسالہ کا ایک قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے۔ [۲] قلمی رسالہ بنام "خوارق عادات" یعنی بعضے کرامات سید حسن صاحب" یہ رسالہ اس فقیر کے پاس موجود ہے۔

سیاحت کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو اتفاقاً ملک ٹھٹھہ[1] پہنچ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) "چوں او شان (سید عبداللہ) بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آبائے اجداد ایشاں بود بر آمدند اتفاقاً در ملک تھتہ (ٹھٹہ) رسیدند و آنجا بموجب قید الماء اشد من قید الحدید چند روز توقف بوقوع آمد مردم آنملک بسیار گرویدہ شدند و معتقد شدند و ہرگز نگذاشتند کہ از انجا بجائے دیگر تشریف فرمایند۔" یعنی جب آپ (حضرت سید عبداللہ صاحب) اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے بغرض سیاحت نکل پڑے تو اتفاق سے ٹھٹہ پہنچے اور وہاں پر بمصداق اس عربی مقولہ کے کہ آب و دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے مضبوط تر ہوتی ہیں، قیام فرمایا وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ اور معتقد ہو گئے اور آپ کو کسی دوسری جگہ جانے نہ دیا۔

کچھ دن ٹھٹہ میں قیام فرمانے کے بعد آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے وہاں کے صحیح النسب سادات کے ہاں شادی کر لی جیسا کہ جناب محدث جلیل عمدۃ الکاملین حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری تحریر فرماتے ہیں[1] "درانجا بخانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر ہمانجا متولد شدند۔" وہاں کے ایک سادات گھرانے میں آپ نے شادی کر لی اور اس فقیر کے والد وہاں ہی پیدا ہوئے۔"

عالی مرتبت جناب سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] قلمی رسالہ از حضرت موصوف

گئے کہ

"قید الماءِ اشدّ من الحدید"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے ارشاد کے مطابق اس جگہ کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوئے اور انتہائی عقیدت کی وجہ سے آنجناب کو مستقل طور پر ٹھٹھہ ہی میں رہنے پر مجبور کیا فرماتے ہیں[1]۔ "پس در خانۂ بعضے سادات صحیح النسب کہ متوطن آں ملک بودند متاہل شدند، حق تعالیٰ بایشاں دو فرزند عطا فرمود یکے را بحضرت حسن و دوئم را بحضرت سید محمد فاضل نامیدند" لہٰذا آپ نے اسی جگہ کے ایک صحیح النسب سید گھرانے میں شادی کرلی۔ خداوندِ بزرگ و برتر نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے ایک کا نام سید حسن اور دوسرے کا نام سید محمد فاضل رکھا۔"

یہاں پر ایک غلطی کا ازالہ کرنا بہت ضروری ہے جو کہ بعض ماضی اور حال کے تذکرہ نویسوں سے ہوئی اور یہ غلطی عدم تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جناب اصغر ملک صاحب روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۷۱ء میں حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند جناب ابوالبرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مضمون لکھتے ہیں جس میں تحریر ہے کہ "حضرت سید حسن کے دادا بغداد شریف سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کرلی۔" اور پھر روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۷۱ء میں ایک مضمون بعنوان "حضرت سید عبداللہ صحابی" انہی (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] قلمی رسالہ برخوارق عادات یعنی بعضے کرامات سید حسن

وہاں پر اس مقولے کے مُطابق آب و دانے کی گرفت جیل کی قید سے بھی زیادہ شدید ہوتی ہے۔ لہٰذا جب آپ کچھ مُدّت ٹھٹھہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انہی اصغر ملک نے لکھا جس میں لکھتے ہیں "گجرات سے ٹھٹھہ تشریف لائے" قطعاً غلط ہے۔ جناب محترم پیام شاہجہانپوری نے حضرت شیخ الحدیث سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر ایک کتاب بنام "تذکرہ شاہ محمد غوث" لکھی وہ ص۲ پر لکھتے ہیں "حضرت شاہ محمد غوث کے جدِ امجد کے نام اور ہندوستان میں تشریف آوری کا تعیّن کرتے ہوئے تقریباً تمام تذکرہ نویسوں سے ایک سہو ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آپ کے جدامجد کا نام سید محمود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بغداد سے ترکِ وطن کر کے سندھ تشریف لائے اور ٹھٹھہ میں سکونت اختیار کر لی۔ چنانچہ لاہور کے مشہور مورخ مفتی غلام سرور صاحب "حدیقۃ الاولیاء" سے بھی یہ سہو ہوا اور بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے یہ غلط واقعہ درج کر دیا۔ زمانہ حال کے ایک تذکرہ نویس مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم نے بھی اپنے رسالہ میں حضرت شاہ محمد غوث کے جدِ امجد کا نام سید محمود لکھا ہے اور ان کی بغداد سے تشریف آوری کا تذکرہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ دُرست نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت سید محمود، حضرت شاہ محمد غوث کے جدِ امجد نہیں، جدامجد کے والدِ گرامی تھے اور وہ کبھی سندھ تشریف نہیں لائے بلکہ بغداد میں رہے اور وہیں فوت ہوئے۔ آپ کے جدِ امجد کا نام سید عبداللہ تھا اور یہی سید عبداللہ بغداد سے ترکِ سکونت کر کے سندھ تشریف لائے تھے۔ ان کا مزار آج بھی ٹھٹھہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

24067

قیام پذیر رہے تو وہاں کے لوگ بے حد جان نثار اور معتقد ہو گئے
وہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کسی اور جگہ تشریف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں موجود ہے اور مرجع خلائق ہے۔"

روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۵ رستمبر ۱۹۷۱ء والے مضمون میں جناب اصغر ملک صاحب لکھتے ہیں: "ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت و ریاضت کا ذوق تھا ابتدائی تعلیم گھر ہی سے حاصل کی۔ ساری عمر ذکر و فکر اور عبادت الٰہی میں مصروف رہے۔ شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ تمام عمر مجرّد رہے۔"

حالانکہ یہی جناب اصغر ملک صاحب ۲۴ رجولائی ۱۹۷۱ء کے اسی روزنامہ مشرق پشاور میں حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب بن حضرت سید عبداللہ صاحب صحابی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مضمون تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت کا اسم گرامی سید حسن اور آپ کے والد محترم کا نام سید عبداللہ گیلانی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔" معلوم ہوا کہ جناب سید عبداللہ صاحب نے تجرّد کی زندگی نہیں گذاری تھی بلکہ شادی کی تھی جس سے آپ کی اولاد ہوئی اور ذرا آگے چل کر خود ہی لکھ دیا" اور ٹھٹھہ ہی میں حضرت سید حسن کی ولادت باسعادت ہوئی۔" بلکہ آپ کے بھائی جناب سید محمّد فاضل صاحب خانیاری (سرینگر کشمیر) بھی یہیں ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔

جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی نے تذکرہ صوفیائے سندھ صلا۲۴۱ مطبوعہ ۵۸ء پر لکھا" ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا (باقی بر صفحہ آئندہ)

لے جائیں۔ نتیجتہً وہاں کے صحیح النسب سادات کے گھرانے میں جو
ٹھٹھہ ہی کے رہنے والے تھے شادی کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ذوق تھا۔ ساری عمر ذکر و شغل و عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے اور شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ تمام زندگی تجرّد میں گذاری" (اصغر ملک صاحب نے بھی قدوسی صاحب کی اسی عبارت کو حرف بحرف نقل کیا ہے) مگر جناب قدوسی صاحب نے تذکرہ صوفیائے سرحد کے ص۳۸۶ اور ص۳۸۷ پر حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان کے ضمن میں لکھا "آپ کا اسم گرامی سید حسن آپ کے والد کا نام سید عبداللہ گیلانی تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حسبِ ذیل واسطوں سے شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی سے جا ملتا ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے :۔

حضرت سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید قطب عالم بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید قطب العالم بن سید صالح النصر بن قطب الدائرہ سید سید عبدالرزاق بن قطب ربانی غوثِ صمدانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی" (مندرجہ شجرہ مبارکہ میں بعض حضرات کے اسماء کی جگہ قدوسی صاحب نے صرف القاب لکھ دیئے ہیں فافہم) اسی صفحہ پر "پاکستان میں آمد" کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں "حضرت سید حسن (باقی برصفحہ آئندہ)

(اسی بیوی کے بطن سے) دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام حضرت سید حسن اور دوسرے کا نام حضرت سید محمد فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما رکھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے دادا سید محمود بغداد سے ٹھٹہ تشریف لائے اور انہوں نے یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹہ کے سادات میں شادی کرلی۔" درحقیقت سید محمود صاحب بغداد شریف سے آئے ہی نہیں بلکہ ابوالبرکات سید حسن صاحب کے والد ماجد سید عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے ٹھٹہ آئے اور انہوں نے یہاں شادی کی اور ٹھٹہ ہی میں آپ کے دونوں صاحبزادے جناب سید حسن اور سید محمد فاضل پیدا ہوئے۔ لہٰذا جناب قدوسی صاحب کا یہ لکھنا" اور ٹھٹہ میں سید حسن کی ولادت باسعادت ہوئی" درست اور صحیح ہے۔

نیز جناب اعجاز الحق صاحب قدوسی "تذکرہ صوفیائے پنجاب" ص۵۸۸ بعنوان" شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی" کے حاشیہ ۱ میں تحریر کرتے ہیں"سید حسن پشاوری اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ گیلانی کے مرید و خلیفہ تھے اور ان کے دادا سید محمود بغداد سے تشریف لاکر ٹھٹہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ سید محمود کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ سید عبداللہ (صاحب) نے پشاور میں سکونت اختیار کی۔"

جناب حضرت سید عبداللہ صاحب ہرگز پشاور تشریف نہیں لائے بلکہ جناب ابوالبرکات سید حسن بن سید عبداللہ صاحب والد کی وفات کے بعد برصغیر پاک و ہند کا سفر کرکے پشاور میں تشریف فرما ہوئے اور یہ بات قدوسی صاحب نے "تذکرہ صوفیائے سرحد" ص۳۸۸ پر (باقی بر صفحہ آئندہ)

جناب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے صاحبزادے تھے جنہوں نے اپنے شفیق باپ سے نہایت ہی کمال درجہ کی تربیت پائی، اور انہیں کے سایۂ لطف تلے معرفت کی تکمیل کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بعنوان "پشاور میں تشریف آوری" خود تسلیم کی ہے چنانچہ لکھا ہے "حضرت سید حسن اپنے والد کی وفات کے بعد پاک و ہند اور حجاز کا سفر کرنے اور مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے۔"

روزنامہ جنگ راولپنڈی مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۷۱ء میں ایک مضمون بعنوان "حضرت عبداللہ شاہ اصحابی (ٹھٹوی)" نظر سے گذرا مضمون نویس انعام محمد صاحب ہیں۔ اس مضمون میں تقریباً وہی بات کہی گئی ہے جس کی وضاحت یہ فقیر مندرجہ بالا عبارت میں کر چکا ہے مگر محترم انعام محمد صاحب کو ایک فحش غلطی لگی ہے اور معلوم نہیں کہ وہ کونسی تحریر ہے جس سے اس کو یہ لغزش ہوئی، لکھتا ہے "جن دو حضرات کو غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں ٹھٹہ بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ ان میں سے ایک سید عبدالبرکات تھے جن کے بڑے صاحبزادے بھی ہمیشہ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ انہوں نے خصوصاً کشمیر اور پونچھ کے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی اور اسے اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے ہمیشہ سعی فرماتے رہے اور ان کے (سید عبدالبرکات کے) پوتے جو حضرت شاہ محمد غوث کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی اپنے زمانہ کے نامور بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا مدفن لاہور میں ہے۔ جہاں ہر سال ہزاروں عقیدت مند خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جمع

(باقی برصفحہ آئندہ)

نیز اسی تربیت اور حصولِ معرفت سے فقر کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے۔ آپ کے دوسرے فرزند سیّد محمدّ فاضل رحمۃ اللہ علیہ تھے (والد کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوتے ہیں۔"

افسوس ہے کہ صاحبِ مضمون نے بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے اتنی غلط اور بے سروپا بات لکھ دی۔ پاکستان میں حضرات اولیاء کرام اور خصوصاً خاندانِ گرامی منزلت سید شاہ عبداللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ بغدادی ثم ٹھٹوی پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسی طرح ظن تخمین، غلط قیاس اور افسانوی رنگ میں لکھا گیا۔ معلوم نہیں کہ آنے والا طالب علم جب ان اولیاء عظام کے بارے میں لکھے گا تو وہ بھی انہی لایعنی اور بے سند باتوں پر یقین کر لے گا۔ جس طرح بغیر کسی قسم کی تلاش وجستجو کے بے اعتبار باتوں پر اعتبار کر کے تذکرہ نویسوں نے غلطیاں کیں اور پھر ایسے محترم اور بزرگ ہستیوں کے متعلق جن کی اولاد پنجاب، صوبہ سرحد، ہزارہ، آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ المحدثین سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۵۲ھ کا رسالہ بنام غوثیہ پشاور سے بتصحیح سرآمد علماء و فقیہ اجل حضرت مولانا مولوی نصیر احمد صاحب المعروف میاں صاحب قصہ خوانی باہتمام مرزا محمد صادق صاحب ۹ رشعبان ۱۲۸۳ھ میں چھپا جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں " وجدِ فقیر سید عبداللہ از بغداد چوں بملک ٹھٹہ تشریف آوردند در انجا در خانہ بعضے سادات متاہل شدند و والد فقیر در آنجا متولد شدند"

مندرجہ بالا حقائق کے بعد یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

وفات کے وقت) یہ چھوٹے تھے اور ابتدائی تعلیم کے حصول میں مصروف تھے۔ جب عارضی زندگی کے ایّام گذرنے کے بعد اس حکم کے مطابق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ا۔ جناب سید محمود صاحب بغداد شریف سے برصغیر پاک و ہند نہیں آئے۔

ب۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود گجرات سے نہیں آئے۔

ج۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود بغداد شریف سے ٹھٹہ (سندھ) تشریف فرما ہوئے۔

د۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب نے ٹھٹہ ہی میں شادی کی۔

ہ۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب کے دو فرزند سید حسن اور سید محمد فاضل ٹھٹہ ہی میں پیدا ہوئے۔

و۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ٹھٹہ میں فوت ہوئے۔

ز۔ جناب سید عبداللہ بن سید محمود صاحب ہرگز پشاور نہیں آئے۔

(حاشیہ لے از صفحہ ۲۲)

تاریخ سندھ میں ہے کہ جام نظام الدین نندا ایک عرصہ سے چاہتا تھا کہ ایک خوبصورت شہر تعمیر کرائے اس نے ایک روز نجومیوں کو بلا کر پوچھا کہ میں ایک نیا شہر آباد کرنا چاہتا ہوں تم مجھے بتاؤ کہ اس شہر کی بنیاد کہاں رکھوں۔ نجومیوں نے حساب لگا کر بتایا کہ اگر یہ شہر کوہ مکلی کے اوپر آباد کیا جائے گا تو یہاں کے رہنے والے سخت دل، جاہل اور دلیر پیدا ہوں گے۔ اگر آپ پہاڑ کے نیچے آباد کریں گے تو اس شہر کے رہنے والے نرم دل، نازک اور عقلمند ہوں گے جن کے وجود سے بادشاہوں کو بھی خطرہ ہو گا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

کہ" ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر" یعنی بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے (وقتِ مقررہ جب آتا ہے تو نہیں ٹلتا) آپ کو مرضِ موت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس مشورہ کے بعد جام نظام الدین نے ۹۰۰ھ کے آخر میں اس شہر کی بنیاد کوہ مکلی کے نشیب میں رکھی اور اس شہر کا نام پہاڑ کے نشیب میں ہونے کی وجہ سے تھ تھ مشہور ہو گیا۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ اس شہر کو ٹھٹھہ کہنے لگے۔ پھر ٹھٹھ نے صنعت و حرفت، تجارت میں اس قدر ترقی کی کہ وہ ایشیا کے بڑے تجارتی اور صنعتی شہروں میں شمار ہونے لگا۔ جام نظام الدین کی علم پروری اور معارف نوازی کی وجہ سے خراسان اور ایران کے بہت سے علماء و شاعر اور اہلِ کمال اس شہر میں آباد ہو گئے جن کی وجہ سے یہ شہر علم و فضل کا بھی مرکز بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک وقت میں اس شہر میں تین سو دار العلوم تھے اور یہ شہر اپنی رونق و شادابی میں قرطبہ اور بغداد کی ہمسری کرتا تھا۔" جناب اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں" لیکن ہم اس خیال سے متفق نہیں ہیں کہ اس شہر کی بنیاد جام نظام الدین نے رکھی۔ کیونکہ ہمیں اس شہر کا نام محمد شاہ تغلق کے زمانے ۷۵۱ھ (۵۱-۱۳۵۰ھ) میں ملتا ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ ٹھٹھہ پہلے سے آباد تھا لیکن جام نظام الدین سندا نے اپنے عہدِ حکومت میں غالباً اس شہر کی توسیع اور جدید تعمیر کی ہو گی۔ غالباً اس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ جام نظام الدین نے ٹھٹھہ کی بنیاد رکھی۔

ٹھٹھہ صوبہ سندھ میں کراچی سے ۶۴ میل کے فاصلے پر شاہراہِ حیدر آباد پر واقع ہے۔

(تاریخ سندھ جلد اوّل ص ۴۷۲ تا ۴۷۴ شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ لاہور)

نے آگھیرا۔ چند دن بیمار رہے۔ جب آخری وقت آن پہنچا گنے چُنے سانس باقی رہنے لگے تو آپ نے فرمایا اس گھر کو فرش سے سجادو اور خوشبو سے بسادو۔ چنانچہ ایسا کیا گیا پھر اُس کمرے کو اور لوگوں سے خالی کروا دیا گیا اور آپ خود بنفسِ نفیس بمعہ ہر دو فرزندوں کے (جناب حضرت سید حسن و جناب حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ) اس کمرے میں تشریف فرما رہے۔ اچانک دیکھا کہ جناب حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کبار، سبطین مختار اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اس کمرے میں تشریف لائے۔ آپ اپنے دونوں فرزندوں کے ہمراہ کھڑے ہو گئے اور سلام تحیّت بجا لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس غلام کی کمال خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اپنے مبارک قدموں سے اس حقیر کے غریب خانے کو منوّر فرمایا۔ ارشاد فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے۔ اے بیٹا ہم تمہارے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ عرض کی اے شفیع المذنبین، بندہ بھی آپ کی قدم بوسی کا مشتاق ہے اور بے شمار سعادت رکھنے والے رُخِ انور کے دیدار کا متمنّی ہے۔

ہاں ایک گذارش ہے کہ ان دو غلام زادوں کے بارے میرا دِل پریشان رہے کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے دل کو پریشان نہ کرو کیونکہ ان کے تمام اُمور کے ہم خود ذمّہ دار ہیں۔

پھر (حضرت) سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کی آپ تربیت کریں کیونکہ یہ آپ کا فرزند ہے۔ انہوں نے (یعنی جناب علی المرتضےٰ

رضی اللہ عنہ) ان کے (یعنی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ) کا ہاتھ لے کر
حضرت غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کے ہاتھ میں ڈال کر ارشاد فرمایا
ان کی غور پرداخت آپ کے ذمے ہے۔ پس حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے تھے کہ اس وقت مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی ہے کہ
مجھے نہ تو اپنی خبر تھی اور نہ ہی دنیا ومافیہا کی، اور یہ عالم بے خودی تین
تک رہا۔ جب مجھ سے یہ کیفیت دُور ہوئی تو میں نے اپنے والدِ گرامی
کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کے وصال کو تو تین دِن گذر
چکے ہیں۔ ہر ممکن طریقے پر آپ کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر آپ کو
بے ہوش ہی پایا۔ مجبوراً تجہیز و تکفین کا انتظام کر کے ہم نے انہیں دفن
کردیا۔ (فرماتے ہیں) پھر میں نے ان کے مزار[لہ] مبارک پر حاضر ہو کر

لہ آپ کو کوہ مکلی پر دفن کیا گیا۔ محترمی آغا سید سعادت شاہ صاحب مرحُوم
کے شجرہ مبارکہ میں آپ کے اسمِ گرامی کے آگے مدفن کی جگہ کوہ مکلی درج ہے
نیز محترم آغا سید شریف حسین صاحب کے شجرہ میں بھی اسی طرح درج ہے۔
"کوہ مکلی" ۱۲ میل لمبی سی ایک پہاڑی ہے جس پر ایک قبرستان ہے اس قبرستان
میں بڑے بڑے اولیاء، جلیل القدر عُلماء، نامی گرامی شاعر، مختلف اہلِ کمال
اور سندھ کے فرمانروا اور ملوک مدفون ہیں۔ یہ اپنی نزہت اور منظر کے اعتبار
سے قابلِ دید ہے۔ اس قبرستان کے مقبروں کی شاندار عمارتوں کو دیکھ کر
ارغون، ترخان اور مغل دور کی صناعی اور عمارت سازی کے مختلف نمونے
ہمارے سامنے آتے ہیں۔ کوہ مکلی ٹھٹہ (ٹھٹھ) کے نشیب میں واقع ہے۔
(تاریخ سندھ جلد اوّل صفحہ ۴۷۲/۴۱۳ حاشیہ ۲ شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ لاہور)

فاتحہ پڑھی۔ چند دن اس دنیا کی زندگی میں مصروف رہا مگر میرا دل اس زندگی سے مکمل طور پر متنفر ہو گیا۔ اپنوں اور بیگانوں سے قطعاً علیحدگی اختیار کر لی اور ریاضات و مجاہدات کی غرض سے جزائر دریائے شور کی طرف نکل گیا اور مستقل طور پر سات برس کا چلّہ کاٹا۔ تمام رات ناف بدن تک پانی میں کھڑا رہتا اور تمام دن پانی کے کنارے عبادت میں گذار دیتا۔ میری خوراک (ان دنوں) درخت کے پتے تھے جو خود بخود گرتے تھے۔ جب یہ سات سال کا چلّہ ختم ہو گیا تو پھر میں ٹھٹھہ لوٹ آیا۔ چند دن گذرنے نہ پائے تھے کہ اسی کیفیت کا دوبارہ اعادہ ہوا جب یہ کیفیت طاری ہونے لگی تو میں نے اب ہندوستان کے شہروں کے سفر کرنے کا مصمّم ارادہ کر لیا۔ اس سفر میں اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل (رحمۃ اللہ علیہ) کو بھی ساتھ لے لیا اور اس کی باطنی تعلیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو بھی (وہ تمام علوم جو مجھے حاصل تھے اسے تعلیم کر کے) اپنی مانند بنا دیا۔ مختصر یہ کہ ہندوستان کے سفر میں ایک ایسے گاؤں پہنچا کہ اس سرزمین پر سوائے کفر و بُت پرستی کے کسی اور قانون و آئین کی عملداری نام تک نہ تھی۔ اس گاؤں کے باہر میں نے ایک بہت پرانا مٹی سے اٹا ہوا کنواں دیکھا جس کے بیچ میں اُتر گیا اور اپنے بھائی سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو اس کنویں کے کنارے پر بٹھا دیا اور اسے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہ نیز پانچ وقت نماز کی اطلاع مجھے دے دیا کر۔ میں نے پورے چھ ماہ اس کنویں میں گذارے۔ کچھ سپاریاں جو کہ میری جیب میں تھیں ان سے (روزہ) افطار کر لیتا۔ اتفاقاً اس علاقے کے حاکم کو جسے وہ لوگ راجہ کہتے تھے خبر ہوئی کہ اس گاؤں

ہیں دو مسلمان اس طرح کے آئے ہیں اور اس قوم کو اپنا تابع بنانے کی فکر میں ہیں۔ راجہ اپنے کفر میں پختگی کی بنا پر جادوگروں اور راہبوں کو جمع کر کے خود اس کنویں پر آیا اور سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو کہا اے فقیر اپنے پیر کو مطلع کر دو کہ وہ کنویں سے باہر آ کر ہم سے لڑائی لڑیں۔

پس انہوں نے مجھے آواز دی کہ یہ معاملہ درپیش ہے۔ رب العالمین کے حکم کے ساتھ (یعنی الہام ربانی پا کر) میں اس کنویں سے باہر آیا۔ جب ان لوگوں نے مجھے دیکھا تو قریب آ کر بحث مباحثہ شروع کر دیا۔ جادوگر راہب نے کہا کہ اے فقیر بغیر مقابلے کے تمہارا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ اگر کچھ کمال رکھتے ہو تو ظاہر کرو (یعنی خرقِ عادت بتاؤ) میں نے جواب دیا کہ اسلامی آئین کی رُو سے لڑائی جھگڑے میں پہل نہیں ہے۔ لہذا تو جو طاقت رکھتا ہے اسے استعمال کر دیکھ۔ اور اس کے بعد اس فقیر سے جو چیز ظاہر ہوگی۔ وہ سامنے آجائے گی۔ پس اس جادوگر نے لکڑی لی اسے دُہرا کیا اور چھوٹے بچوں کی طرح کمان بنائی اور دوسری لکڑی سے تیر بنا کر مجھ پر وار کیا۔ میں نے دیکھا کہ اس تیر کے ساتھ آگ کا شعلہ آرہا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنا بایاں ہاتھ منہ پہ رکھ لیا۔ وہ شعلہ میرے ہاتھ کی پشت تک پہنچا جس سے میرے ہاتھ کا چمڑا جل گیا۔ اس جادُوگر نے انتہائی حیرانی کے عالم میں کہا کہ یہ کیسا وجیہہ شہزور ہے کہ میری اس آگ سے زندہ بچ گیا۔ یقیناً اگر میں آگ کے شعلے کو سر بفلک پہاڑ پر پھینکتا تو اس کی بنیادوں کو خاکستر کر دیتا۔ میں نے کہا اے کافر اگر تمہارے پاس کوئی اور طاقت بھی ہے تو اس کا مُظاہرہ کرو۔ میں نے تمہیں تین بار حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس نے کہا میری

باری گزر چکی ہے۔ اب تم وار کرو۔ میری جتنی طاقت تھی میں استعمال کر چکا تو میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو افطار سے بچی ہوئی آدھی سپاری ہاتھ آئی۔ اسی آدھی سپاری سے اللہ جل جلالہٗ کہ جو قادر ذوالجلال ہے کا نام لے کر اس ساحر کو مارا۔ وہ نیم خوردہ سپاری اس جادوگر کی پیشانی پر لگی اور حرام مغز کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ وہ اسی وقت زمین پر گرا اور جہنم رسید ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بہت سے تو بھاگ گئے اور بعض پاؤں پر گر کر مسلمان ہوئے۔ اس جگہ کے لوگوں نے بہت ہی التجا کی کہ آپ یہاں پر ہی رہیں۔ مگر میری طبیعت نے قبول نہ کیا اور میں نے ان کی درخواست کو نہ مانا۔ اور شاہجہان آباد[1] کے سفر کا ارادہ کر کے روانہ ہو گیا۔ منازل کو طے کرتے ہوئے شاہجہان آباد پہنچ گیا۔ یہ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کی سلطنت کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اس جگہ بھی عظیم شہرت ہوئی۔ ہزارہا مردوں اور عورتوں کا رجوع ہوا۔ جس کی وجہ سے میری عبادت کے اوقات میں خلل پڑنے لگا۔ نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ لوگ میرا چہرہ (انور) دیکھتے ہی غیر ارادی طور پر سجدہ میں سر رکھ دیتے میں نے جب امورِ غیر شرعیہ دیکھے تو جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ میں کیا کروں۔ آپ کی بارگاہ سے حکم

---

[1] شاہ جہان آباد شاہجہان بادشاہ نے بنایا اور دریائے جمنا کے کنارے ۱۰۴۸ھ سے ۱۰۵۸ھ تک آباد کیا گیا۔ اسی کا نام دہلی ہے۔ راجہ دہلو قنوج ۳۵۰۔ ۳۲۰ قبل مسیح نے اسے دہلو یا دہلی کے نام پر آباد کیا تھا۔

(آثار الصنادید، سرسید احمد خان، اشاعت ۱۹۰۴ء)

ملا، کہ پشاور کی طرف جاؤ اور وہاں پر مستقل سکونت اختیار کرو تاکہ میرا یہ طریقہ یعنی قادریہ تمہاری وساطت سے خوب پھیلے اور اس مبارک سلسلہ کے ذریعے وہاں کے لوگ مشرف ہوں۔ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کے حکم کے مطابق میں پشاور روانہ ہوگیا اور اکثر اولیاء کرام کی، جو کہ اس سفر میں سامنے آتے زیارت کرتا۔ چنانچہ لاہور میں حضرت میاں میر[1] رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور ان سے کافی اچھی صحبت رہی۔ دونوں طرف سے افادہ واستفادہ ہوا۔ پھر لاہور سے چل کر گجرات آیا۔ ان دنوں یہاں پر شاہ دولہ[2] سکونت رکھتے تھے۔ میں انہیں ملنے کے لئے گیا۔ نہایت محبت سے اور گھل مل کر ملاقات فرمائی اور چند روز اپنے پاس رکھا۔ میں نے جتنی بھی کوشش کی کہ اجازت دیدیں مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ آخر میں نے کہا کہ پشاور کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ دوبارہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے سیّد اس وقت کی صحبت

---

[1] میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشائخ عظام میں سے ایک تھے کثیر الکرامت ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام پر بہت ہی مضبوط اور مستحکم تھے۔ آپ کی تعریف جہانگیر بادشاہ نے بھی کی ہے اپنی توزک میں لکھتا ہے "کہ بغایت فاضل و ریاضی، مبارک نفس، صاحب حال درگوشہ توکل وعزلت منزوی گشتہ از فقر وغنا واز دنیا مستغنی نشستہ" آپ کا مزار لاہور میں ہے۔

[2] شاہ دولہ صاحب گجراتی بہت پایہ عالم اور صاحب فقر بزرگ تھے۔ بقول صاحب خزینۃ الاصفیاء ص۲۷ "از اعاظم اولیاء وکبریٰ مشائخ باحال وقال است جامع فتوحات ظاہری وکمالات صوری ومعنوی است" آپ کا سلسلہ قادریہ تھا شریعت کے پابند تھے آپ کا مزار گجرات میں ہے۔

غنیمت ہے کہ پھر میسّر نہیں۔ آپ کو اس جہان کی ولایت بخش دی گئی ہے اور مجھے دُوسرے جہان میں بُلا لیا گیا ہے۔ میں چند راتیں گذار کر وہاں سے رُخصت ہوا۔ جب پوٹھوار کی سرزمین پر پہنچا تو اس جگہ شاہ عبداللطیف مجذوبؒ[1] کو ملا۔ بہت ہی اچھے صاحب نظر و تاثیر تھے۔ انہوں نے بھی میرے ساتھ بہت اچھے برتاؤ سے ملاقات کی۔ دو ایک دن ان کے یہاں قیام کر کے رُخصت حاصل کی۔ مراحل کو طے کرتے کرتے پشاور پہنچا۔ پشاور شہر کے باہر ایک باغ تھا جسے سُلطانپور کہتے تھے میں اس باغ میں ٹھہرا۔

حکایت نمبر ا

جب رات کا کچھ حِصّہ گذر چکا تو میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے بیٹے تیرے رہنے کی یہی جگہ ہے اور ہمیشہ کے لئے تمہارا مقام یہی ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اس مکان میں ٹھہرے رہو اور مجھے ہر وقت ہر حالت میں اپنے ساتھ متصوّر رکھو۔ نیز اپنے عصاءِ مُبارک سے ارشاد فرمایا اس جگہ کو مسجد بناؤ اور اس جگہ میں اپنے رہنے کے لئے مکان بنانا اور اس مقام پر اپنی قبر کی جگہ مقرر کرنا اور دل کو خوش رکھنا اور حق سبحانہٗ

---

[1] حضرت شاہ لطیف صاحب المعروف بری امام مجذوب الحال سالک ولی العصر تھے بہت سفر کئے۔ فقراء و مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ موضع نور پور شاہاں میں، جو کہ راولپنڈی سے بطرف اسلام آباد آپ کا مزار ہے۔ آپ قادری بزرگ تھے۔

تعالیٰ کو ہر وقت اپنا رفیق جاننا کیونکہ وہ تیرے ہر کام کو پورا کرنے والا ہے اور جس جس جگہ کی میں نے نشاندہی کی ہے وہ خود بخود مہیّا ہو جائے گی۔ جب صبح ہوئی میں نے اذان دی اور نماز پڑھی۔ ابھی میں نے اشراق کے نوافل بھی نہیں پڑھے تھے کہ دیکھا شہر کے اطراف و جوانب کے رہنے والے غولوں کے غول آرہے ہیں اور نہایت ہی اعتماد اور عقیدت کے ساتھ مل رہے ہیں۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ مدّتِ مدید سے میرے ملنے والے ہیں۔ اور بہت لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرلی، اور پٹھانوں کے سردار جو کہ اس شہر میں بستے تھے آئے اور وہ بھی مرید ہو گئے اور جس باغ میں میں ٹھہرا تھا وہ ان کی ملکیّت تھا جو میری نذر کر دیا گیا۔ وہی لوگ عمارتوں کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے جس جس جگہ پر نشاندہی کر دی تھی ہر عمارت اس جگہ پر تعمیر ہوئی۔ میں نے وہیں رہائش اختیار کرلی، جو بھی راہِ حق کا طلب گار آتا اس کے حوصلہ و استعداد کے مطابق اس کی تربیّت کرتا۔

پھر یوں ہوا کہ پٹھانوں کے ایک سردار نے اصرار کیا کہ آپ میری لڑکی اپنے نکاح میں قبول کرلیں۔ میں نے اس کی خواہش منظور کرتے ہوئے اس کی لڑکی سے نکاح کرلیا جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا جن کا نام سید زین العابدین ہے۔ کچھ عرصہ اس طرح بسر ہوا تو جناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کی بارگاہِ عالیہ سے مجھے حکم ملا کہ اے بیٹے میری مرضی ہے کہ قصبہ کنتر کے سادات جو صحیح النسب سیّد ہیں کہ بواسطہ سید علی ہمدانی ان کا سلسلۂ نسب حضرت سیّد الشہداء

امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے سے رشتہ طلب کرو۔
تعمیلِ ارشاد کرتے ہوئے چند افراد کو کنڑ[1] بھیجا۔ وہاں پر دو بھائی صاحب سجادہ تھے ایک کا نام سید غیاث اور دوسرے کا نام سید جمال تھا جو سید علی[1] ترمذی (المعروف پیر بابا صاحبؒ) کے پوتے ہیں۔ ان کی ایک ہمشیرہ تھیں[2]۔ جب ان سے ان کی ہمشیرہ کا رشتہ طلب کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ صاحب مسافر ہیں۔ ہمیں ان کے حسب نسب کا کوئی علم نہیں اور یہ رشتہ علاوہ "ہم قوم" یعنی صحیح النسب سید کے کسی اور کو نہیں دیتے بمطابق ارشادِ خداوندی کہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون

---

[1] سید علی ترمذی المعروف پیر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ چشتیہ میں مرید و خلیفہ تھے اور سہروردی سلسلہ اپنا آبائی تھا۔ کنڑ جو کہ افغانستان کا ایک صوبہ ہے اس کے رہنے والے تھے ہندوستان کا سفر کیا اور پھر بنیر علاقہ صوات میں آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ صاحب خزینۃ الاولیاء ص۱۷۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "از کمال اولیاء عصر و مشائخ عظام است" آپ کا سلسلہ طریقت بہت وسیع ہے۔ آپ کے مریدین میں بڑے علماء اور فضلاء شامل تھے حضرت علامہ اخوند درویزہ پشاوری اپنی کتاب مخزن میں فرماتے ہیں کہ "حضرت در وطن خود غوث ثانی بودہ اند یعنی بدرجہ غوثیت و قطبیت بودند" آپ کو اپنے شیخ نے غواص کا لقب دیا تھا یعنی آپ غواصِ معانی اور غواصِ بحرِ حقیقت تھے۔ آپ کی وفات ۹۴۰ھ میں ہوئی اور بنیر میں دفن ہوئے۔ تمام دنیا آپ کو "پیر بابا" کے نام سے یاد کرتی ہے۔

[2] والدہ (سیدنا شاہ محمد غوث صاحب) بنت سید عبدالوہاب (باقی بر صفحہ آئندہ)

جب اللہ تعالےٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے حکم دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے انہوں نے دیکھا کہ ان کے دادا جناب حضرت پیر بابا صاحب نے انہیں ارشاد فرمایا کہ اس رشتہ کو قبول کر لو اور مبارک سمجھو کہ یہ "حضرت" حضور سید عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کے خاص منظورِ نظر بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے اور تم سے بلحاظ ایک نسبت کے بہتر ہے اور نسب میں ایسا ہے کہ عصرِ حاضر میں نظیر نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس کے اس رشتہ کی طلب کو منظور کر لو اور اپنے دادا صاحب یعنی حضرت پیر بابا صاحب کے ارشادِ گرامی کے مطابق انہوں نے یہ رشتہ قبول و منظور کر لیا اور اپنی ہمشیرہ کے نکاح پر راضی ہو گئے اور یہ رشتہ میرے لئے کر دیا۔ احکم الحاکمین کے حکم کے مطابق یہ نکاح ہو گیا تو اس بی بی کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے ایک حضرت سید شاہ محمد غوث اور دوسرے سید علی۔

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) بن سید مصطفےٰ ابن سید علی (المعروف پیر بابا) بن سید قنبر علی بن سید احمد یوسف بن سید احمد نور بخش بن سید احمد بنغیم بن سید علی (المعروف شاہ ہمدان) بن سید احمد مشتاق بن سید شاہ ابو تراب بن سید حامد بن سید محمد بن سید حسام الدین بن شاہ ناصر خسرو بن سید جلال گنج العلم بن سید امیر علی ثالث بن سید ابو الحسن علی بن سید عبد اللہ ثانی بن سید علی الصالح بن سید عبد اللہ اعرج بن سید حسین اصغر بن سید السادات امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین

حکایت ۲

میں نے اپنے والد سید محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جناب سید حسن صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانے میں نواب امیر خان[1] حاکم ووالئ کابل تھا اور اکثر پشاور ہی میں اس کا قیام ہوتا اور حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انتہائی عقیدت اور دلی محبت رکھتا تھا کبھی صبح اور کبھی شام پا پیادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نیز تحفہ اور ہدیہ بھی پیش خدمت کرتا مگر کھلا شیعہ تھا۔

---

[1] نواب امیر خان: بقول صاحبؒ مآثر الامراء صمصام الدولہ شاہنواز خان (ترجمہ از محمد ایوب صاحب قادری جلد اول ص۲۷۲ تا ص۲۸۱ شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ) "خلیل اللہ خان یزدی کا لڑکا تھا۔ اس کی والدہ ماجدہ حمیدہ بانو بیگم سیف خان کی بیٹی اور یمین الدولہ آصف خان کی نواسی تھی" یہ نواب صاحب عالمگیر بادشاہ کے عہد میں مختلف عہدوں پر متمکن رہا اور بالآخر وہ بیسویں سال جلوس میں ۴ محرم ۱۰۸۸ھ یعنی (۲۱ فروری ۱۶۷۷ء) اعظم خان کوکہ کی بجائے اس صوبہ (یعنی کابل) کا ناظم رہا اور نہایت کامیاب حاکم تھا۔ بقول صاحب مآثر الامراء ص۲۷۶ ترجمہ اردو اور بیالیسویں سال جلوس عالمگیری میں ۲۷ شوال ۱۱۰۹ھ بمطابق ۱۶۹۸ء میں امیر خانؒ کا انتقال ہوا۔

لکھتے ہیں "وہ بہت دانش مند اور خردمند امیر تھا اگر (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس کے رشتہ دار اور اقارب اکٹھے ہوئے اور اس کو کہا کہ ایک فقیر کی پیروی تیرے جیسے امیر کو زیبا نہیں۔ اس کے علاوہ جبکہ مذہب و ملّت کا اختلاف بھی موجود ہے۔ ان کو نواب نے جواب دیا کہ اے احمقو! تم اس عارضی وجاہت پر غرور نہ کرو اور سُنّی شیعہ ہونے پر نظر نہ رکھو۔ خداوند تعالیٰ کی قسم کہ میرا پختہ یقین ہے کہ عالمگیر کی حکومت و سلطنت انہی کے اختیار میں ہے۔ اگر یہ چاہیں تو ہمارے پاس رہنے دیں اور اگر چاہیں تو ہماری بجائے کسی دوسرے کو تخت پر بٹھا دیں۔ کچھ دنوں کے بعد یہی بات دوبارہ ان لوگوں نے نواب صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ نواب صاحب سمجھ گئے کہ میرے انکار پر بھی ان کی اصلاح نہیں ہوتی۔ تو ایک دن ان سب کو متفقہ طور پر حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) زمانے کے مدبرین اور مقدرین کلی یا جزوی طور سے تدابیر اس (امیر خان) سے حاصل کریں تو مناسب ہے اس کی حکیمانہ فکر ملک سے فساد کو دفع کر دیتی تھی۔ اس کی زمانے کی نبض شناس انگلی سوئے ہوئے فتنے کی رگ کو پکڑتی تھی۔ اس کے عجیب و غریب کارنامے ظالموں کو عاجز کر دیتے تھے اور اس کی کوششوں سے ڈاکو اور راہزن ختم ہو جاتے تھے۔ وہ ظلم کی بنیاد گرا دیتا تھا۔ ستم کو دفع کرتا تھا۔ بڑا بلند اقبال اور صاحب دولت تھا۔ وہ اپنے فکر کے باغیچے میں جو پودے لگاتا تھا تقدیر الٰہی سے وہ بار آور ہوتے تھے۔ اس ارادہ ہمیشہ پورا ہوتا تھا اور اس کی امیدیں ہمیشہ مقصد ور ہوتی تھیں۔"

قلبِ مبارک کی صفائی کی بناء پر یعنی از روئے کشف ان کے آنے کی تمام کیفیّت دریافت کرلی۔ ارشاد فرمایا اے امیر! فقراء کے حضور میں امتحان لینے کی نیّت سے آنا سخت نقصان کا باعث ہوا کرتا ہے نواب احتراماً کھڑا ہوگیا اور عرض کیا کہ سیّد برحق! آپ کے معتقدین میں سے اس کمترین کی عقیدت کی حقیقت اور ان بے وقوفوں کی باتیں آپ کے ضمیر پر ہو بہو روشن ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔ اسی وقت اشرفیوں اور روپوں کی بارش شروع ہوگئی۔ چنانچہ گھر کا صحن سونے اور چاندی کے سکّوں سے بھر گیا۔ اسوقت دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور وہ منکر لوگ بے اختیار روتے ہوئے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں پر گر پڑے اور اپنی اس گستاخی کی معافی مانگنے لگے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اے امیر اپنے لشکر کو حکم دو کہ وہ اس آسمانی تحفہ کو قبول کریں اور اپنا سرمایہ بنالیں۔ لہذا اپنے بیگانے سب لوگ آگئے اور اپنی لباط کے مطابق اُٹھا کر لے گئے۔ اگرچہ تمام لوگ وہ نقدی اُٹھا کر لے گئے مگر پھر بھی اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی اور آخرکار وہ نقدی لوگوں کی نظر سے غائب ہوگئی۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نواب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے حاکم! اللہ تبارک وتعالٰے نے اپنے فضل وکرم سے مجھ پر اتنی نوازشیں کی ہیں اور اتنی دولت عطا فرمائی ہے کہ اگر مشرق ومغرب کے رہنے والے اکھٹے ہو کر ہر روز مجھ سے خرچہ وخوراک مانگیں تو سب کو دوں گا اور کسی قسم کی کمی اور ملامت نہ پائیں اور میں اس عظمت کو جان بوجھ کر چھپائے ہوئے ہوں کہ کہیں تمہارے

بادشاہ کو رشک پیدا نہ ہو جائے۔ سید غلام صاحب فرماتے ہیں کہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے رحمت فرماتا ہے جسے چاہے) کے یہ معنی ہیں۔

حکایت ۳

میں نے اپنے جدِ امجد سے سنا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں یہ طریقہ مقرر تھا کہ ہر جمعہ کے دن فجر سے لے کر نمازِ جمعہ تک تمام خدام اور طالبانِ راہِ حق ذکرِ جہر میں مشغول رہتے اور نعت خوان حضرات ذوق و شوق سے بھرپور نعتیں پڑھتے اور حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ متوجہ الی اللہ رہتے۔ جب ذاکرین اپنے ذکر کو بند کرتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنا سرِ اقدس مراقبہ سے اُٹھا کر ذاکرین کو رحمت کی نظر سے دیکھتے۔ اس وقت جس پر بھی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر مبارک پڑ جاتی۔ اُسی وقت ناسوت[1] سے لاہوت[2] کی منزل پر پہنچ جاتا اور ہر شخص پر جو نیک یا گنہگار ہوتا اس نظر کے پڑتے ہی فوراً عارف باللہ ہو جاتا بلکہ وہ چرند پرند جو دریں اثنا زیرِ نظر آجاتے تو زخمی شکار کی طرح تڑپ تڑپ کر زمین پر گر جاتے۔ اتفاقاً ایک صاحب عالم و فاضل

---

[1] ناسوت : عالمِ بشریت

[2] لاہوت : حقیقتِ وحدت جو جمع اشیاء میں ساری ہے۔ مرتبۂ فطرت لاہوت۔ گنج مخفی۔ مقامِ فنا۔ محویت تامہ۔ دراصل لاھُوَ اِلّا ھو ہے۔

حافظ قرآن حکیم جامع کمالات ظاہری و باطنی حافظ عنایت اللہ صاحب تھے جن کے ہزاروں شاگرد تھے۔ انہوں نے ہر ایک کی زبانی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ان واقعات وکرامات کو سنا تو آنجناب کی خدمت میں آزمائش کے لیے حاضر ہوا اور بحث کے انداز میں کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تم جہلاء اور عوام پر نظر کرتے ہو تو تمہاری اس نظر سے ان کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا میں بھی آیا ہوں کہ اگر بات اس طرح ہے تو مجھ پر نظر کرو۔ ارشاد فرمایا اس وقت چلے جاؤ وقت آنے پر ہو جائے گا۔ اس نے جواباً کہا تو ابوالوقت[1] ہے (یعنی وقت آپ کے تابع ہے) لہٰذا وقت کی قید کیوں لگاتے ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جلال میں آگئے اور ایسی نگاہ فرمائی کہ وہ زمین سے بلند ہوا اور ہوا میں ناچنے لگا۔ کچھ دیر بعد زمین پر آگرا۔ کپڑے پھاڑ دیئے نعرے لگانے لگا اور آہ و زاری کرنے لگا۔ لوگوں نے ہاتھ پاؤں پکڑ کر حجرے میں بند کر دیا۔ تین دن بے ہوش و مدہوش پڑا رہا۔ جس وقت نماز تیار ہوتی تو اس کے کان میں حیّ علی الصلوٰۃ کہتے تو اس میں بالکل حرکت نہ پاتے۔ تیسرے دن حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اس کے سرہانے تشریف لائے اور اس پر توجہ فرمائی فوراً آنکھیں کھولیں اور تندرست ہو گیا جب اس کی نظر حضور کے چہرۂ انور پر پڑی تو قدموں پر منہ کو رگڑتا اور یہ آیۂ کریمہ بار بار پڑھتا رہا۔ سُبحانکَ تُبتُ الیکَ وَاَنَا اَوّلُ المُسلِمِین

---

[1] ابوالوقت وہ منتہی صوفی جو تابع حال نہ ہو۔ اور حال کا آنا قائم رہنا اور چلا جانا اسکے اختیار میں ہو اسے ابوالحال اور صاحب تمکین کہتے ہیں۔ سر دلبران ص۱۹ از سید محمد ذوقی شاہ

دپاک ہے تیری ذات تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مسلمان ہوں) پھر آنجناب کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور تمام کتابوں کو ایک طرف کر دیا اور سوائے یادِ الٰہی کے ہر چیز کو چھوڑ دیا اور لوگوں سے اس درجہ استغناء حاصل ہو گیا کہ بادشاہ اور فقیر امیر اور غریب سب کے سب اس کی نظر میں برابر ہو گئے اور فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول کے مدارج حاصل کر لیئے۔ حتیٰ کہ بقا باللہ کے مرتبہ کو پا لیا۔ اور جناب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور جناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت اس کے اختیار میں آ گئی۔ جب بھی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کو حضور غوثیت مآب رضی اللہ عنہ میں کچھ عرض کرنا ہو تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو فرماتے۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق فوراً بلا تاخیر حجرۂ مبارک میں جا کر حضرت غوثیت مآب میں عرض کرتے اور جواب باصواب لے آتے۔ حضرت سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت اولیاء اللہ معرفت کے سورج ہیں جو ہر قسم کی تاریکی کو اپنی طرح روشن کر دیتی ہے۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کے یہی معنی ہیں۔

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کسی اور نے فرمایا۔

آنانکہ چشم مست بصد حیلہ وا کنند — سگ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

ع- بقا باللہ وہ بقا جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ رجوع الی اللہ الیہ جمع الجمع۔ فرق ثانی ص ۲۷۷

سید غلام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سُنا کہ ایک بار حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بارادۂ سیاحت کشمیر اور اس علاقے کے مشائخ کرام سے ملنے کیلئے اس طرف روانہ ہوئے اور اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید محمدؐ فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ دھمتوڑ پہنچے جو پکھلی کے اوپر واقع ہے وہاں ایک شخص جس کا نام مظفّر تھا۔ انتہائی اشتیاق کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور نہایت ہی عاجزی کا اظہار کرکے اپنے گھر لے گیا اپنی بساط کے مطابق خدمت اور مہمانداری کی تابعداری اور فرمانبرداری میں لمحہ بھر بھی غفلت نہیں کی۔ اور ساری رات کمر بستہ خدمت گاری کرتا رہا صُبح نمودار ہوئی اور روانگی کا وقت آن پہنچا تو میزبان دوڑتا ہوا آیا اور نہایت ادب کا مظاہرہ کیا۔ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنے قریب کیا اور اپنی پگڑی مبارک عطا فرمائی۔ اس نے عرض کیا، اے سید برحق! بہت پریشان ہوں۔ سلاطین دھمتوڑ اور پکھلی سے مغلوب ہوں۔ آنجناب کو اس پر رحم آگیا اور اپنی تلوار عنایت فرماکر ارشاد فرمایا کہ اس ملک کی بادشاہی تم کو بخشدی اور ان حکمرانوں کو مغلوب کردیا ہے۔ دل کو خوش رکھو اور ہر دم مجھے اپنے ساتھ سمجھو۔ اِنشاءاللہ تم جس طرف بھی رُخ کروگے مظفر و منصور رہوگے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس پر کامیابی کے دروازے اس طرح کھلے کہ تمام ملک اور کوہستان کی ساری آبادی بھی اس کے تصرّف میں آگئی۔ چنانچہ اس نے دریا کو عبور کرکے ایک شہر بنایا جس کا نام مظفّرآباد رکھا اور جب بھی کوئی سلاطین اس سے لڑتے تو شکست کھا کر لوٹتے یہانتک کہ

اس نے سلطان کا لقب پایا اور سابقہ سلطان اس کے نوکر بن گئے اور سلطانِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلطان مظفرؔ خان مقرر ہوا اور اس کی سلطنت کشمیر تک وسیع ہو گئی حتیٰ کہ اس وقت جبکہ اسی سال گذر چکے ہیں اس کی اولاد اس ملک پر اسی طرح متصرف ہے۔ ان کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ سلطان مظفرؔ کہا کرتا تھا کہ جس وقت بھی میں لڑنے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوتا تو جناب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ دیکھتا ہوں اس طرح کہ میرے بالمشافہ کھڑے ہیں۔ جناب غلام صاحب فرماتے ہیں اس آیۂ کریمہ کہ قُلِ اللّٰھُمَّ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ کا ظہور ہے مختصر یہ کہ آنجناب کشمیر پہنچے تو محلہ عیدگاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جس مکان میں ٹھہرے وہ ایک منصب دار کا تھا۔ پانچ چھ ماہ گرمی کے گذارے۔ اس عرصہ میں صرافوں اور سبزی فروشوں سے نقدی اور سبزی وغیرہ قرض لیتے رہے جو کہ فقراء و مساکین پر خرچ کرنے اور اپنے مقررہ قاعدہ کے مطابق لنگر دیتے جو درویشوں کے لئے دن رات جاری رہتا۔ جب سردی آن پہنچی تو آپ کے قلب مبارک میں پشاور واپس چلنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور سفر کی تیاری شروع کر دی۔ جب اس سفر کی خبر قرض خواہوں کو پہنچی تو وہ سب کے سب اکٹھے ہو کر آئے اور اپنا اپنا قرض طلب کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو۔ جب میں پشاور پہنچا تو وہاں سے ہنڈی کر دوں گا۔ ان ظاہر بینوں نے رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادِ گرامی کو اپنی بے اعتبار زبان کی طرح غیر یقینی جانتے ہوئے سختی

اختیار کی اور سخت کلامی شروع کر دی۔ مجبوراً آنحضور رضی اللہ عنہ نے اس راز کو کھول دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس مکان کے اندر اس حجرہ میں جاؤ جہاں میں اکیلا رہا کرتا تھا۔ وہاں کی چٹائی کو ہٹا کر اپنا اپنا قرض اٹھا لو اور جو دوسروں کا حصہ ہے اس سے کچھ سروکار نہ رکھو۔ آنجناب کے ارشادِ گرامی کے مطابق وہ سب حجرے میں پہنچے اور چٹائی کو اٹھایا، تو دیکھتے ہیں کہ اشرفیوں اور چاندی کے سکوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے گن گن کر اپنا اپنا قرض اٹھایا تو جو سکے سونے اور چاندی کے باقی بچ گئے وہ اسی وقت ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حیرانگی اور خوشی کے ملے جلے جذبات میں گم ہو گئے اور اپنے ہم قوم لوگوں کو یہ تمام واقعہ جا سنایا۔ اس واقعہ کو اتنی شہرت ہوئی کہ ہزارہا لوگ جوق در جوق آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں دوڑتے ہوئے حاضر ہو کر عذر پیش کرتے اور بیعت ہوتے۔ نتیجتاً تمام رئیسانِ شہر اکٹھے ہو کر آئے اور عرض کیا کہ آپ اسی شہرِ سرینگر میں مستقل سکونت اختیار فرمائیں اور ہمیں اپنی برکتوں سے محروم نہ کریں۔ آپ نے اس عرضداشت کو مشیتِ الٰہی پر چھوڑ دیا۔ اور جناب غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر عرض کیا کہ آپ کا کیا حکم ہے۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ سے حکم ملا کہ آپ اپنے وطن یعنی پشاور چلے جائیں اور اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو یہیں رہنے دیں۔ نیز انہیں سلسلۂ قادریہ کی خلافت بھی دے دیں۔ کیونکہ اس ملک کشمیر کی ولایت ان کو مرحمت کر دی گئی۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حکم واجب الیقان کے مطابق۔ آپ نے اس طرح کیا اور

تمام لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ تم لوگوں نے اس فقیر کو یہاں رہنے کے متعلق کہا تھا۔ سو میں نے اپنے پیر و مرشد یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے حکم فرمایا ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کو اپنا نائب مقرر کر کے میں پشاور چلا جاؤں۔ لہٰذا اب تم کو وصیّت کرتا ہوں کہ ان کو میرا نائب اور جانشین سمجھو بلکہ یوں سمجھو کہ میں ہی ہوں۔ انشاء اللہ یہ تمہاری تمام مشکلات میں مددگار رہوں گے۔ پس سلسلہ عالیہ قادریہ حسینیہ کا منشور تحریر کر دیا اور دستار مبارک عطا فرمائی اور خلوت خانہ میں لے جا کر انہیں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ اور ان کا ہاتھ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سرکار غوثیت مآب رضی اللہ عنہ کی جانب سے حکم ملا کہ خاطر جمع رکھیں۔ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں پس سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر پشاور کو روانہ ہوئے

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک و معرفت کا وہ رتبہ بلند نصیب ہوا کہ اکثر اوقات آپ سے مُردوں کا زندہ ہونا ظہور پذیر ہوا جو کہ سلوک و معرفت میں درجۂ نہایت ہے کہ الفقر اذا تم ھو اللہ ہے یعنی جب مرتبۂ فقر مکمل ہو جاتا ہے تو فقیر فناء تام میں آ کر خود نہیں رہتا۔ مولانائے روم فرماتے ہیں

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حکایت ۵

میں نے اپنی دادی صاحبہ سے سُنا کہ وہ چشم دید واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک بار جناب سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کابل (افغانستان) کی سیر کو تشریف لے گئے اور ایک خادم کو گھر کی محافظت کے لئے رہنے کا حکم فرما گئے۔ ایک دن وہ خادم ایک ضرورت کے لئے گھر کے صحن میں لگے ہوئے درخت پر چڑھا۔ اس وقت نواب ناصر خان کے عزیز و اقارب ہمارے ہمسایہ تھے۔ انہیں وہ خادم ان کے گھر سے نظر آیا۔ وہ ذلیل جنگلی کتوں کی طرح دوڑتے ہوئے آئے اور خادم کو بزور درخت سے اتار کر اپنے گھر لے گئے اسے خوب مارا۔ ہر قسم کی بے عزتی کی اور تکلیف پہنچائی۔ اہلِ محلہ میں سے بعض لوگوں نے سفارش کر کے اس کو ان درندوں کے پنجوں سے نجات دلائی۔ اتفاقاً اسی رات اچانک اُس گھر کا مالک پاگل ہو گیا۔ اُس کے اس پاگل پن کی یہ کیفیت ہو گئی کہ ننگی تلوار لے کر اپنے بیگانے کے مارنے کے درپے ہو گیا۔ کپڑے پھاڑ کر بالکل برہنہ ہو گیا۔ عورت اور مرد میں امتیاز نہ کر سکتا یہاں تک کہ زنجیروں سے جکڑ کر گھر میں بند کر دیا گیا۔ وہ لوگ روزانہ دروازہ پہ آکر معذرت کرتے حتیٰ کہ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کابل سے واپسی کی خبر شہر میں پہنچی۔ اس پاگل کے چند احباب آپ رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے آگے گئے۔ دو منزلوں کے بعد نہایت شرمندگی اور ملامت کے ساتھ آپ سے ملاقات کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے

اس آنے کا کیا سبب ہے کیونکہ یہ تمہاری عادت مستمرہ کے خلاف ہے انہوں نے کہا کہ اے سید برحق! ہم مصیبت زدہ ہیں اور اس مصیبت کے علاج کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور اس شخص کی دیوانگی کا تمام واقعہ بالتفصیل بیان کر دیا۔ آپ نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس طرح اس شخص کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پیش خدمت کر دیا۔ جب آنجناب کو دیکھا تو سلام عرض کر کے دُور کھڑا ہو گیا۔ آپ نے کہا اس کے طوق و زنجیر کھول دو۔ حکم کے مطابق زنجیر کھول دیئے گئے۔ اس نے کسی پاگل پنے کی حرکت نہ کی بلکہ نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ اے مرد غیبی! اس شخص کو تم یہ تکلیف کس وجہ سے دے رہے ہو اور دُکھ پہنچا رہے ہو ——— اُس مرد غیبی نے انتہائی فصیح زبان میں جواب دیا۔ اے میرے سید! جس طرح انسان آپ کے مُرید ہیں۔ اس طرح ہم بھی آپ کے غلام ہیں۔ اور آنجناب کے دروازے پر سر جھکائے ہوئے ہیں۔ اس شخص نے آپ کے دربان کی بے عزتی کی اور اس خادم کو قسم قسم کی تکلیف دی ہے نیز آپ کے گھر والوں کا بھی ادب اور لحاظ نہیں کیا۔ لہٰذا اس کو میں نے اسی دن سے قابو میں کیا ہے۔ اور جب تک میں اس کی جان نہ لے لوں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ اور اس طرح اس سے اس تباہی میں مُبتلا رکھوں گا۔ آنجناب نے تبسّم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ اب اپنے کئے ہوئے فعل پہ نادم ہے اور عذر و اعتراف کرتے ہوئے آیا ہے۔ میں نے اس کے اس قصور کو معاف کر دیا ہے تو بھی اسے چھوڑ دے اور اسے اچھے طریقے پر چھوڑ دے۔ آنجناب کے اس ارشاد کے ساتھ ہی اس کی

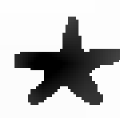
حالت بدل گئی اور اسے آرام ہو گیا۔ حضرت رضی اللہ عنہ کے قدموں میں سر رکھ دیا روتا رہا اور معذرت طلب کرتا رہا۔ دیکھنے اور سننے والے اس کیفیت کو دیکھ دیکھ کر حیران تھے۔ سچ من کان لہ المولیٰ فلہ الکل کے یہی معنی ہیں۔

حکایت ع ۶

جناب غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حاجی محمد صدیق اور حافظ محمدؐ اعظم صاحبان سے سُنا۔ یہ دونوں حضرات میرے دادا اور مُرشد جناب شاہ محمدؐ غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین خاص ہیں۔ ان دونوں نے میرے دادا صاحب کی محبتِ بابرکت سے کافی حد تک فائدہ حاصل کیا ہے جس کا اثر ان کی زندگی میں نہایت ہی نمایاں طور پر نظر آرہا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نواب امیر خان حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ شکاری جانوروں کے شکار کے لئے جا رہا ہوں۔ میری یہ آرزو ہے کہ حضور بھی میرے ساتھ تشریف لے جائیں اور شکار دیکھیں آپ نے اس کے التماس کو قبول کر لیا اور گھوڑے پر سوار ہو گئے جب آپ نچلیستان کے جنگل میں پہنچے تو ایک ہرن دوڑا۔ نواب صاحب نے لشکریوں کو حکم دیا کہ اس ہرن کو گھیرے میں لے لیں اور اس کو وہی شخص شکار کرے جس کے آگے سے یہ نکلے۔ لہٰذا سب نے اسی طرح کیا اور لشکری اُس کے گرداگرد کھڑے ہو گئے اور وہ ہرن ان کے درمیان

چوکیاں بھرتا رہا۔ جس طرف بھی دوڑتا نکلنے کی راہ نہ پاتا۔ یہاں تک کہ وہ ہرن حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے آگے سے نکلا۔ آپ کے پاس تیر و کمان نہ دیکھا لہذا ایک ہی جست لگائی اور لشکر کی صف سے باہر نکل کر اپنے گھر کی راہ لی۔ نواب کے حکم کے مطابق کسی لشکری نے اس ہرن پر حملہ نہ کیا۔ آخر نواب صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے سیدی! ہرن آپ کے آگے سے نکلا اس لئے کسی نے اس پر حملہ نہیں کیا۔ اب جس طرح آپ کا ارشاد ہو اس طرح کیا جائے۔ آنجناب نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑتے ہوئے آواز دی کہ شکار تو کہاں جا رہا ہے تو تو ہمارا رزق ہے۔ اچانک سب نے دیکھا کہ ہرن چلنے سے معذور ہو گیا ہے اور زمین پر گر گیا ہے۔ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فوراً اس ہرن پر پہنچو اور اسے ذبح کرو۔ اس کے جگر میں تیر کی زد کی طرح سوراخ ہے۔ یہ ولایت مآب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی اس قہر آلود آواز کا اثر تھا جو انہوں نے ہرن کو دی تھی۔ حضرت غلام صاحب فرماتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں فتوح الغیب شریف میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب سالک بدرجۂ اتم کو پہنچ جاتا ہے تو مقام ولایت حاصل ہو جاتا ہے، اور متخلق با اخلاق اللہ ہو جاتا ہے اور اس کے حکم کن فیکون کا ظہور ہوتا ہے کہ

اَلْفَقِیْرُ مَنْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن



حکایت ۱۷

حضرت غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا حضرت میر شاکر شاہ صاحب اللہ سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد حضرت سید محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بیان فرماتے ہیں کہ والدِ گرامی کے زمانہ میں پشاور، کابل بلکہ غزنی تک یہ افواہ خوب پھیلی کہ سلطان زمان اورنگ زیب عالمگیر فوت ہو گئے ہیں اور اسی مضمون کے خطوط تاجروں کے ذریعے اس طرف پہنچے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی کچھ عجیب قسم کے واقعات پیدا ہونے لگے اور امیر و غریب میں ایک انقلاب عظیم رونما ہوا۔ نواب امیر خان انتہائی پریشانی کے عالم میں آنجناب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تمام حال بیان کیا۔ اپنی پریشانی کا ذکر اور بادشاہ کے انقلاب کا بھی تذکرہ کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے امیر دل کو خوش رکھو۔ اور اس میں کسی قسم کا تردّد پیدا نہ کر۔ تیرا بادشاہ صحیح سلامت ہے اور یہ تمام افواہیں جھوٹی ہیں امید ہے کہ علام الغیوب کے فضل و کرم سے نہایت صحیح خبر تیسرے دن تک پہنچ جائے گی اور دلوں کی تسکین کا باعث ہو گی۔ اس علم الیقین کو عین الیقین سے دیکھ لو گے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تیسرے دن صبح نمودار ہوئی تو شاہجہان آباد سے ایلچی آیا بادشاہ کا خط پہنچایا۔ امراء کے مکتوبات اور دیگر تمام لوگوں کے خطوط اس علاقے کے امن و سلامتی کے بارے میں پہنچائے۔ فوراً ناظم الملک کے گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ فقیروں میں خیرات و صدقات بانٹنے لگے

علی الصبح امیر بیش قیمت تحائف لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا شکریہ ادا کیا اور بہت ہی خوشی کا اظہار کیا اور اس وقت عرض کیا کہ یا سیّدی و مولائی! یہ گنہگار اپنے آپ کو حضور کے حلقہ بگوشوں میں سے ایک سمجھتا ہے۔ لہٰذا ان چھپے ہوئے بھیدوں میں سے مجھے بھی کچھ بتائیں۔ عین بندہ نوازی ہوگی۔ آنجناب رحمۃ اللہ نے ارشاد فرمایا۔ اے امیر! معلم حقیقی یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے بتلانے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ میری وفات بادشاہ کے انتقال سے پہلے ہوگی۔ اس بنا پر اس عام افواہ پر مجھے یقین نہیں تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کی وفات اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد واقع ہوئی۔

ایک شعر ہے۔

آنچہ در آئینہ جواں بیند
پیر در خشتِ خام آں بیند

حکایت نمبر ۸

سید غلام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے سنا کہ گرمی کے دنوں میں نواب امیر خان نے نہایت ہی لجاجت سے التماس کی کہ آپ چند دنوں کیلئے میرے ساتھ کابل تشریف لے چلیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ چند دن ہی گذرے تھے کہ اچانک ایک دن نواب کو فرمایا کہ اس ملک یعنی کابل سے باہر چلے جانا چاہیئے کیونکہ اس ملک میں ایک بہت بڑی وباء اور دردناک عذاب نازل ہونے والا ہے

کوئی شخص بھی اس سے نہ بچ سکے گا۔ نواب نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا اور جان بوجھ کر لا پرواہی برتی۔ دوسرے دن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی تاکید سے دوبارہ اس بات کا اعادہ کیا۔ نواب نے عرض کیا اے سیّد برحق! جو کچھ آپ کا ارشاد ہے اس پر میرا یقین ہے کہ یونہی ہو کر رہے گا۔ مگر میں کیا کروں نوکری کا معاملہ ہے۔ اگر بادشاہ کو یہ اطلاع پہنچ گئی کہ میں اس ملک یعنی کابل کو خالی چھوڑ کر چلا گیا ہوں تو بادشاہ کے غصّے کا نشانہ بن جاؤں گا۔ مجبور ہوں کہ اس ملازمت کے پنجرے میں قید ہوں۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کابل سے واپسی اختیار کی اور چند دن بعد پشاور پہنچ گئے تھوڑی ہی مدّت گذری تھی کہ کابل میں وباء کی خبر عام ہو گئی۔ یہ اتنی بڑی وباء تھی کہ جس سے روزانہ ہزارہا اموات واقع ہوئیں اور جو بھی میّتوں کو دفن کرنے کیلئے قبرستان جاتے تو وہیں مر جاتے اور واپس نہ لوٹتے یہاں تک کہ نواب امیر خان ناظم و حاکم کابل بھی اسی ہلاکت خیز وباء میں دارِ آخرت کو سدھارے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

لے یہ وبائے عظیم سنہ ۱۱ھ میں کابل میں پھوٹ پڑی تھی اور اس سے ہزارہا اموات واقع ہوئی تھیں۔

حکایت ۹

حضرت سید غلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے سُنا کہ ایک شخص نے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر کے خدمت میں حاضر رہنا شروع کر دیا اور مستقل خدمت گذاری اختیار کر لی۔ البتہ ساتھ ساتھ گذرے ہوئے اولیاءِ کرام کی کرامات کا بیان کرتا رہتا۔ ان کرامات میں سے ایک بزرگ کا واقعہ بیان کیا کہ وہ بزرگ بغیر کشتی اور ناخُدا کے دریا عبُور کرتا ہے اور اس کے دوست اور خادم جو اس کے پیچھے ہوتے وہ بھی دریا عبُور کر لیتے۔ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی باتیں سن لیتے مگر کچھ بھی نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک صاحب کی دعوت پر موضع دوآبہ کو جو کہ ہشتنگر میں واقع ہے جو دریائے اٹک سے مل جاتا ہے جب آپ اس کے کنارے پہنچے تو ملّاح کشتی لائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اس وقت ایک عراقی گھوڑے پر سوار تھے جسے بلا مبالغہ بادپا کہتے تھے۔ وہ خادم جو مذکورہ کرامتیں بیان کرتا تھا آپ کے ہمرکاب تھا اور اپنا ہاتھ آپ کے گھوڑے کی زین پر رکھے ہوا تھا۔ جب گھوڑا کشتی کے قریب پہنچا آپ نے لگام سے اسے اشارہ کیا تھا کہ کشتی میں سوار ہو جائے مگر اتفاقاً اس جست لگانے کے ساتھ ہی دریا میں چلا گیا۔ وہ خادم جس نے زین کو پکڑا ہوا تھا گھوڑے کے ساتھ ہی لٹکتا ہوا دریا میں گر پڑا۔ یہاں تک کہ آپ کے گھوڑے نے بمعہ آپ کے اور خادم کے غوطے کھائے اور دریا کی گہرائی

میں چلے گئے۔ کنارے پر کھڑے تمام لوگ آہ وفغان کرنے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ جب تھوڑی دیر گذر گئی تو دفعتاً سوار گھوڑا اور پیادہ دریا سے باہر آگئے اور تینوں صحیح سلامت دریا کے کنارے پر نکل آئے۔ تمام موجود اور دیکھنے والے پریشانی کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے اور اور آپ رضی اللہ عنہ کے وجودِ اقدس کو ملنے لگے اور قدم مبارک چومنے لگے آخر کار جب کوشش سے تلاش کی اور کہ آپ کا لباس جھاڑیں اور خشک کریں تو دیکھا کہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے کپڑے خشک ہیں اور راستے کی وہ مٹی جو تینوں پر پڑی ہوئی تھی وہ موجود ہے اور نیز پانی کا کسی قسم کا کوئی بھی اثر نہیں ہے۔ تمام دیکھنے والے حیرانی کا اظہار کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا شہکار دیکھ رہے تھے۔ دریا عبور کر کے جب اپنی منزل پر پہنچے۔ رات ہوئی تو اس خادم کو ارشاد فرمایا کہ اے اللہ کے بندے خداوند تعالیٰ کی قدرت دیکھ لی۔ اس نے عرض کیا اے سیدِ برحق! دیکھ لی۔ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا کہ تو گذرے ہوئے اولیاء اللہ کے دریا عبور کرنے کی حکایت بیان کرتا تھا۔ اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ کس طرح دریا کی عمیق گہرائی میں پہنچ کر سطح آب پر آگئے۔ وفوق کل ذی علمٍ علیمٍ کے یہی معنی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا اے درویش جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا۔ یہ تو سب بچوں کا کھیل ہے بلکہ اصل کام تو کچھ اور ہے بلکہ سالک کے لئے تو یہ کام آفات کا باعث ہیں اور سلوک و معرفت کی راہ میں درجات کی بلندی کے لئے رکاوٹ ہیں۔

حکایت ع۱۰

سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ نواب امیر خان نے سعادت حاصل کرنے کے لئے چند لاکھ درم کی ایک سند بادشاہ عالمگیر سے حضرت سید حسن کے صاحبزادوں کے نام بطور گذارہ معیشت و انعام لے کر حاضر ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میری اس خدمت سے مجھ پر مہربان اور راضی ہوں گے۔ ادباً اور احتراماً اٹھ کر جیب سے سند نکالی، اور خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے وہ سند ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ اے امیر! اللہ تعالٰی تجھے جزائے خیر عطا فرمائے جو تو فقراء کی ہمدردی پیش نظر رکھتا ہے مگر مجھے کسی ایسی چیز کی کوئی خواہش نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ یہ ضرورتمند اور حاجتمند لوگوں کو دو۔ تاکہ ان کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں اور تیری سعادت کا باعث بنے۔ نواب نے نہایت عاجزی کے ساتھ استدعا کی۔ اس تحفہ کو شرفِ قبولیت بخشیں۔ کیونکہ میں نے جو اُمید لگا رکھی ہے اس سے محروم نہ ہو جاؤں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔ اے اللہ والوں کے منظورِ نظر کیا تو نے نہیں سنا۔

نیتُ المُؤمن خیرٌ مِّن عملِہٖ

(مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے)

تو مطمئن رہ کہ تیری یہ مخلصانہ کوشش منعمِ حقیقی کی بارگاہِ عالیہ میں

منظور و مقبول ہے مگر میں نے اس دنیا کے اسباب سے بالکل قطع تعلق کر رکھا ہے اور سب سے کٹ کر صرف اور صرف اپنے مولیٰ سے لو لگا لی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ماسوا اللہ سے دلی تعلق نہ رکھوں۔

اب ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ تجھے تسلی ہو جائے۔ اے امیر! اگر عالمگیر کا نوکر کسی دوسرے بادشاہ کی اطاعت شروع کر دے تو بتاؤ کہ تمہارے بادشاہ کا اس بارے میں کیا رویہ ہوگا۔ اور میں کہ اُس واجب الوجود بادشاہ کا غلام ہوں۔ معاذ اللہ اس ممکن الوجود بے پناہ کی بارگاہ عالیہ کو چھوڑ کر کہیں اور اُمید لگا لوں تو میرا کیا انجام ہوگا۔ نواب نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے اور پھر دوبارہ کچھ نہ کہا اور وہ جو سند لایا تھا اپنے ساتھ واپس لے گیا۔ کیونکہ آنجناب کی بارگاہ میں قطعاً قبول نہ ہوئی حضرت سید غلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موقعہ کی مناسبت سے مجھے حافظ شیراز کا یہ شعر یاد آیا۔

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

حکایت ۱۱

سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا گرامی حضرت سید محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے والد محترم حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اٹک کی طرف سے پشاور جا رہے تھے اور کشتی کے ذریعے دریا عبور کر رہے تھے۔ اتفاقاً آپ کے خادم

کے ہاتھ میں آنجناب کے خاص وظیفہ کی کتاب تھی جب کشتی عین وسطِ
دریا میں پہنچی تو وہ کتاب خادم کے ہاتھ سے دریا میں گر کر ڈوب گئی۔
خادم پریشان ہو کر خاموش رہا اور آپ کی خدمت میں کچھ بھی عرض نہ کر سکا
یہاں تک کہ کنارے پر اُتر آئے اور روانہ ہو کر سرائے نوشہرہ میں جو کہ
اٹک سے آٹھ کروہ پشاور کی طرف واقع ہے قیام فرمایا۔ رات گذر گئی
صبح کا وقت ہوا۔ آنجناب تہجّد کی نماز سے فارغ ہوئے اور خادم سے
وظیفہ کی کتاب طلب کی تاکہ معمول کے مُطابق اپنے اوراد پڑھیں۔ وہ خادم
ڈر کے مارے کانپ اُٹھا اور واقعہ عرض نہ کر سکا۔ آنجناب نے پھر
کتاب مانگی مجبوراً کانپتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے واقعہ عرض کر دیا۔ ارشاد
فرمایا کہ اُسی وقت کہہ دینا چاہیئے تھا۔ اس نے عرض کیا اے میرے آقا
جب میری بغل سے کتاب دریا میں گری تو گرتے وقت ہی آنکھوں سے
اوجھل ہو گئی۔ پانی کی تیزی کی وجہ سے میری نظر کام نہ کر سکی اور آپ کے
خوف کی وجہ سے میری زبان گنگ ہو گئی اور میں کچھ بھی عرض نہ کر سکا۔ اس
وقت آنجناب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اس دریا (یعنی دریائے نوشہرہ)
کے کنارے پر کھڑے ہو کر جو دریائے اٹک میں مل جاتا ہے پانی میں ہاتھ
ڈال کر کہو کہ سید حسن (رضی اللہ عنہ) اپنی کتاب مانگتا ہے۔ اس نے عرض کیا
کہ اے سیدی! کتاب تو دریائے اٹک میں گری ہے اور یہ جگہ تو اس مقام
سے آٹھ کروہ اوپر یعنی دور واقع ہے۔ لہذا یہ کتاب کس طرح ہاتھ لگے
گی۔ ارشاد فرمایا بے وقوف اللہ تعالیٰ کے کام تدبیر سے بالاتر ہیں۔ یہ
دریا کابل کی سمت سے آتا ہے اور آٹھ کروہ گذر کر دریائے اٹک میں
مل جاتا ہے۔ پس وہ خادم اپنے مُرشدِ کامل کے حکم کے مُطابق دریائے

کابل کے کنارے گیا اور آپ کے ارشاد کی من وعن تعمیل کی۔ جیسے ہی اس خادم نے دریا میں ہاتھ ڈالا فوراً ڈوبی ہوئی کتاب اس کے ہاتھ میں آگئی کتاب آپ کی خدمت میں لے آیا اور مودبانہ عرض کیا کہ اے سید برحق! میں نا سمجھ تھا ورنہ جس جگہ کتاب گری تھی۔ اسی جگہ عرض کر دیتا۔ کتاب کو کھول کر ایک ایک صفحہ دیکھا اس پر پانی کا کوئی اثر نہ تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی صندوق سے نکالی گئی ہے۔ سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سچ ہے اولیاء اللہ مظہر ذات وصفات خداوند کریم ہوتے ہیں۔ اللہ کی تمام صفات کا ظہور انہی کی ذات سے ہوتا ہے۔

مولانائے روم فرماتے ہیں۔

از سبب سوزیش من سودائیم
وز خیالاتش چون سو فسطائیم

حکایت ۱۲

حضرت سید غلام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جدِ امجد حضرت سید محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ والدِ گرامی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک کے زمانے میں آپ کے مطبخ کا ایسا بہترین انتظام تھا کہ ہر امیر و غریب اور ہر صادر و وارد کو اس سے کھانا ملتا تھا اور مانگنے والا جو بھی مانگتا اسے فوراً مل جاتا اور آنجناب بنفسِ نفیس ہر ایک کی خبر گیری و احوال پرسی کرتے تھے اور ہر ایک کو اپنے ہاتھ سے کھانا پہنچاتے اور یہ اخراجات ہمیشہ قرض سے کرتے

اور جس وقت بقالوں اور صرافوں کا آپ کے ذمہ چار پانچ ہزار روپیہ قرض ہو جاتا تو غیب الغیب کی طرف سے ایسی سبیل نکل آتی کہ تمام قرضہ ادا کر دیا جاتا۔ القصہ جب آپ رضی اللہ عنہ کو سفرِ آخرت درپیش ہوا اور اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس زمانے میں آپ کے قرض کا تقریباً چند ہزار روپیہ تھا اور ہر کس و ناکس فاتحہ اور تعزیت کے لئے اس فقیر کے پاس آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ مردوں اور عورتوں کا تانتا بندھ گیا آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا تھا کہ شاید یہ لوگ اپنے قرضے کے متعلق کسی وسوسے میں مبتلا ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اے صاحبزادۂ کونین! آپ کے والد گرامی کے کشف و کرامات کی باتیں کر رہے ہیں۔ اور پروردگارِ عالم کی قدرتِ کاملہ کو ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اپنے خاکی بندوں کی کس مناسب طریقے سے تربیت کرتا ہے۔ کس طرح مراتب علیا پہ پہنچاتا ہے کہ اہلِ خرد کی عقل عاجز ہے اور صاحب نظروں کی نظر قاصر ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی اس راز سے خبردار کرو کہ ذوق حاصل کروں۔

چوں پیامِ دوستاں با دوستاں
نغمہ ساز و مغز را در استخواں

انہوں نے کہا کہ چند دن پہلے جب آپ کی شدید بیماری کی خبر سنی تو ہمارے دلوں میں خیال گزرا کہ اگر یہ واقعہ پیش آ گیا تو ہمارے قرض کا کیا بنے گا۔ چاہیئے کہ آپ کی خدمت میں جائیں اور کسی فیصلہ پہ پہنچیں۔ جب رات ہوئی تو چند افراد مشعل بردار سونے چاندی کے سکے

اُٹھائے ہوئے آئے اور سب کو ایک مقام پر اکٹھا کیا اور کہا کہ ہم سید حسن (رحمۃ اللہ علیہ) کے بھیجے ہوئے افراد ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ حساب کرو۔ ان ذمے جو تمہارا قرض ہے وہ ہم سے وصول کر لو۔ ہم نے کھاتے نکالے اور حساب کیا۔ جس جس شخص کی جتنی رقم بنی ہر ایک قرض خواہ کو انہوں نے ادا کر دی اور جو حجتیں و تمسکات آنحضرت کے ہمارے پاس موجود تھے وہ سب لے کر چلے گئے۔ اس واقعہ کے سننے پر اہلِ مجلس زار و قطار رونے لگے اور آپکے فراق میں نالہ و فغان سے مجلس گونج اٹھی۔ میں نے کہا کہ اے دوستو! مجھے اس واقعہ کا قطعاً علم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کاغذات دیکھیں۔ ان میں آپ ہمارے تمسکات پائیں گے۔ تعجب کرتے ہوئے میں اُٹھا اور تمام کاغذات کھولے تو قرض خواہوں کے تمسکات اور دستاویزات موجود پائیں اور جو کچھ ان سے سنا اسی طرح دیکھا اور حضرت سید محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس وقت بھی کوئی دینی یا دنیوی مشکل پیدا ہوتی ہے اور اس کے حل ہونے میں عاجز ہو جاتا ہوں تو حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا ہوں کہ وہی شکل مبارک اور انہیں شمائل کے ساتھ جو کہ اس عالم میں رکھتے تھے میرے ساتھ موجود ہوتے ہیں اور اس مشکل کو حل فرما کر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بیداری کے عالم میں ہوتا ہے خواب میں نہیں۔ سید غلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار کے یہی معنی ہیں۔ اور حافظ شیراز فرماتے ہیں۔

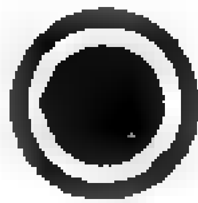
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خوارق العادات

یعنی

بعضے کرامات سید حسن

رحمۃ اللہ علیہ



از:

سید غلام صاحب ابن سید محمدؐ عابد صاحب

ابن سید سخی شاہ محمدؐ غوث صاحب لاہوری

رب یسر و تمم بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بلشیمار و ثنائے بے حصار مران ذات بے ہمتارا کہ نیست محض از کلک صنعت او نفس ہستئے یافتہ و خاک تیرہ از نظر رحمت او مظہر اتم آمدہ و عدم مطلق از پر تو وجود او رخش در میدان بقا تافتہ وصلوٰۃ والتحیات ذاکیات مران اشرف مخلوقات راکہ باعث ایجاد اولین و آخرین اوست و ایں ہمہ بود و وجود یکہ بینی از وست و آیہ وَمَا اَرسَلنٰکَ وصف ذات اوست و اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیمٍ نعت صفات اُوست بلکہ ظہور ذات حضرت واجب الوجود از برائے اُوست ۔ بیت

منور از جمالش ہر چہ موجود
مکرم اوست از ہر بود و نابود
خدا وصف رخش را والضحیٰ گفت
ذر و اللیل را در موئے او سفت

و بر آل و اولاد او کہ مالک ممالک اوبند آیہ وَیُطَہِّرَکُم تَطہِیرًا خطاب ایشان است ـــــ و بر اصحاب و احباب او کہ سالک مسالک اوبند لبشارت رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُم وَرَضُوا عَنہُ در حق ایشان است ۔

حُبِّ درویشاں دلیل صدق و وفاق
بغض ایشاں نشان کفر و نفاق
قرب شاں پایۂ علو و جلال
بُعدِ شاں مایۂ عنود و ضلال

امابعد ـــــ میگوید غلام عاصی ابن سید محمد عابد قادری بن سید محمد غوث بن سید حسن ـ اَحسَنَ اللّٰہُ اِلَیھِم کہ چوں مرید را حقوق مرشد کامل مانند حقوق اللہ باید دانست و ذکر احوال او را وِردِ زبان خود باید ساخت ـ و نقش صورت او را بلشت قلب خود باید کرد کہ ہمین است سلوک وہمین است مفتاح باب فیوض و از ہمیں میسر میشود فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول و لہذا میخواہم کہ بیان نمایم در این نسخہ کہ مسمی است ـ بخوارق العادات بعضی کرامات و خوارق عادات جناب حضرت ـــــ حضرت سید حسن رضی اللہ عنہ کہ از جد و پدر خود شنیدہ ام اگرچہ کرامات ایشاں مثل قطرات مطرات لایعد و لایحصی است لیکن آنچہ متواتر و متوالی باین عاصی رسید حتی کہ از خویش و بیگانہ و از سابق و لاحق بیک طرز و عنوان شنیدم در این نسخہ ضبط نمودم کہ بفحوائے مَاکُتِبَ قَرَّ وَمَاحُفِظَ فَرَّ تے یادگار ماند ـ بیت

بلوح الخطّ فی القرطاس دھرًا
وکاتبہ رمیمٌ فی التراب

حکایت شنیدم از جد امجد خود و مرشد ارشد خود حضرت سیّد محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کہ حکایت میکردند از جد بزرگوار خود سیّد

عبداللہ کہ چوں اوشان بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آباد اجداد ایشان بود برآمدند۔ اتفاقاً در ملک ٹھٹھہ رسیدند و در آنجا بموجب " قید الماء اشد من القید الحدید" چند روز توقف بوقوع آمد و مردم آں ملک بسیار گرویدند۔ و معتقد شدند و ہرگز نگذاشتند کہ از آنجا بجاۓ دیگر تشریف فرمائند پس در خانہ بعضے سادات صحیح النسب کہ متوطن آنملک بودند متاہل شدند۔ حق تعالیٰ دو فرزند بایشاں عطا فرمود۔ یکے را بحضرت سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دویم را بحضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ نامیدند۔ اما حضرت سید حسن کلاں بودند تربیت از پدر مشفق خود بجد و بیجد یافتند و زیر سایہ لطف ایشان معرفت حاصل نمودند۔ و بدرجہ انتہا رسیدند و حضرت سید محمد فاضل خورد بودند و در ابتدار تعلیم داشتند چوں بعد مرور ایام مستعارہ وعدہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر قریب آنحضرت را مرض موت عارض گشت۔ چندگاہ بربستر مرض افتادند۔ چوں وقت آخر در رسید و نفس لبشمار آمد فرمودند این خانہ را مفرش سازند۔ و معطر کنند چنان کردند پس خانہ را خلوت ساختند و خود با ہر دو فرزند ماندند۔ ناگاہ می بینند کہ جناب حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتحیات با اصحاب کبار و سبطین مختار۔ و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم در آن خانہ حاضر شدند ایشان با ہر دو فرزند خود بایستادند و سلام و تحیت بجا آوردند و عرض کردند کہ یا رسول اللہ زہے طالع این غلام کہ کلبۂ احزان مرا

بقدوم میمنت لزوم خود منور فرمودند ارشاد شد کہ اے فرزند
از برائے استقبال شمان آمدیم۔ عرض کردند۔ کہ یا شفیع المذنبین
بندہ نیز مشتاق قدم بوس جناب است۔ و آرزومند دیدار سعادت
انتساب لیکن از برائے این دو غلام زادہ دلم پریشان است۔ کہ
احوال آں ہا بچہ ساں خواہد انجامید۔ آنحضرت فرمودند کہ خاطر جمعدارید
کہ کفیل امور ایشان مائیم۔ پس دست جناب حضرت سید حسن رضی
اللہ عنہ راگرفتہ بدست حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سپردہ
فرمودند کہ تربیت این بکنید کہ فرزند شما است۔ و ایشان دست
ایشان راگرفتہ بدست جناب حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ
العزیز دادند کہ غور این ذمہ شما است۔ پس جناب ایشان می فرمایند
کہ در آں وقت حالتے دستم داد کہ از خود بلکہ از عالم خبرم نماند و
تا سہ روز بے ہوش و مدہوش بودم چون ہوش آمدم از حال والد ماجد
خود پرسیدم گفتند ایشان از سہ روز وصال یافتند۔ ہر چند شمارا خبر
کردیم حرکتے نیافتم لاچار تکفین و تجہیز نمودہ مدفون ساختیم پس بر
تربت شریف ایشان رفتہ۔ فاتحہ خواندم و چند روز باآب و آتش
مشغول بودم ـــــ اما دلم از انس انسان وحشت کلی گرفت و از
خویش و بیگانہ نفرت محض پزیرفت۔ پس بعزم ریاضات و مجاہدات در
جزائر دریائے شور رفتم و ہفت سال چلہ کشیدم۔ تمام شب تا ستر
عورت۔ درمیان آب می استادم و روزانہ بکنار آب می نشستم۔ و قوتم
از برگ درختاں بود کہ خود بخود می ریختند۔ چوں میعاد چلہ درگذشت
مراجعت وطن نمودم ـــــ بعد از انقضائے ایام معدودہ باز دو جشتم

اعادہ کرد۔ آنگاہ بعزم بلاد ہند در دل مصمم کردم و برادر خورد سید
محمد فاضل را ہمراہ گرفتم و تعلیم راہ باطنش می کردم تا مثل خودش
ساختم۔ القصّہ در اقصائے ہندوستان بدیہی رسیدم کہ بغیر از کفر و
بُت پرستی بوئے از دیں و آئین در آں سرزمین نبود دبیرون
دیہہ چاہے دیدم۔ کہنہ از خاک پر گشتہ در قعر آں فرادم و برادرم
سیّد محمد فاضل را بر سر آں چاہ نشانیدم و گفتم کہ بیاد حق مشغول
باش و از اوقات خمسہ اطلاعم دادہ باش پس در میان ششماہ کامل
گزارنیدم و چند سپاری کہ در جیب داشتم بہماں افطار میکردم۔ اتفاقاً
بحاکم آنجاکہ در آں ملک راجہ میگویند خبر شد کہ دو مسلمانے بدیں
نوع در دیہہ نشستہ اند و عزم تسخیر ایں قوم دارند۔ راجہ بکمال شدتِ
کفر ساحران و راہبان را جمع کردہ۔ خود بر سر چاہ آمد و حضرت
سید محمد فاضل را گفت کہ اے درویش پیر خود را خبر کن کہ بیروں
آمدہ با ما جنگ کند۔ پس آوازم کرد کہ چنیں روداد ی بعمل آمدہ است
بحکم رب العالمین بیروں آمدم چوں آں گروہ مرا دیدند پیش آمدہ بمباحثہ
در افتادند و ساحر و راہب گفت کہ اے درویش رہائی تو از ما بغیر جنگ
نخواہد شد۔ اگر چیزے میدانی ظاہر کن۔ گفتم شرط آئین اسلام عدم مبادرت
است۔ در جنگ و جدال آنچہ تو داری صرف کن۔ بعد از آنچہ از دست
ایں ضعیف ظاہر خواہد شد۔ پس آں ساحر چوبے برداشت و دوتا کرد و تیارے
زہش مانند کمال طفلاں بر ساخت و از دیگر چوبے۔ تیر راست کردہ
بطرف من انداخت۔ دیدم کہ ہمراہ آں چوپ شعلہ آتش مے آید۔ دست چپ
را پیش رو کشیدم۔ قضاءً آں شعلہ بر پشت دستم رسید۔ چنانکہ پوست دستم

بسوخت آں ساحر متعجب شدہ گفت ایں عجب عزیز یست کہ از یں آتش
من زندہ است۔ بخدا اگر یکبارے میزدم دود از نہادش میکشیدم۔ گفتم
اے کافر اگر دیگر چیزے ہم داری ظاہر کن۔ کہ سہ بار نوبت ترا بخشیدم۔
گفت اکنوں نوبت تست کہ نوبت من گذشت و لسباطے کہ داشتم صرف
کردم۔ آں گاہ دست در جیب کردم دیدم کہ سپاری نیم خوردہ از افطار
ماندہ است کشیدم و نام قادر ذوالجلال گرفتہ بطرف ساحر زدم کہ
پیشانیئش رسید از پشت برشی۔ بیروں آمد فی الفور بر زمین افتاد و
جان بداد از دیدن آنحالت اکثرے رو بفرار آوردند و بعضے بپایم
افتادند و مسلمان شدند۔ از آنجا باز عازم شاہ جہاں آباد شدم۔ ہر چند
مردم آنجا ملتجی شدند کہ در ہمیں ملک اقامت ورزند دلم آب نخورد
و ہرگز قبول نہ کردم و روانہ شدم۔ بعد طے منازل در شاہ جہاں آباد
رسیدم کہ اوائل سلطنت شاہ اورنگ زیب عالمگیر بود در آنجا نیز
شہرت عظیمی افتاد و رجوع عالمے از زنان و مردان شد۔ کہ اوقاتم
خلل پذیر گشت بلکہ اکثر گردم روئے مرا دیدہ بے اختیار سر بسجدہ
می نہادند۔ پس عرض کردم بجناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کہ چوں
حکم فرمودند بطرف پشاور برود و سکونت آنجا اختیار نماید کہ ایں طریقہ
ما از شما رونق بگیرد۔ و مردم ایں دیار بایں سلسلہ علیہ مشرف شوند۔ و بحکم
آنحضرت روانہ آنصوب شدم و اکثر اولیاء اللہ را در عرض راہ کہ در آں عرصہ بودند دیدم
چنانچہ در لاہور میاں میر را دیدہ شد و صحبت بسیار اتفاق افتاد۔ و از
جانبین افادہ و استفادہ حاصل گشت پس از آنجا بہ گجرات آمدم در
آنجا شاہ دولہ بودند برائے دیدن ایشان رفتم بالتفات و اختلاط بسیار

ملاقی شدند۔ وچند روز پیش خود گرفتند۔ ہر چند رخصت میخواستم نمیدادند
آخر گفتم کہ مرا عزیمت پشاور است انشاء اللہ باز بزیارت شما
خواہم آمد۔ گفتند اے سید! صحبت پس غنیمت است۔ کہ باز میسر نیست
شمارا ولایت اینجہاں بخشیدن و مارا بہ آنجہاں طلبیدن باز چند شب ماندہ
مرخص شدم چوں در ملک پوتہوار رسید۔ شاہ لطیف مجذوب را دیدم۔
کہ خیلے صاحب نظر اثر بودند۔ وبامن بسلوک تمام ملاقات کردند۔ یک
دو روزے گزرانید مرخص شدم۔ وبعد از طے مراحل در پشاور رسیدم۔
بیرون شہر باغ بود کہ آں را سلطان پور میگوئیند۔ در آں باغ نشستم
چوں قدرے از شب درگذشت می بینم کہ جناب حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ عنہ تشریف آوردند۔ و می فرمایند۔ کہ اے فرزند ہمیں است
جائے سکنائے تو وہمیں است منزل ماواء تو باید کہ دریں مکان اقامت
کنی۔ واستقامت ورزی ومارا در ہر حال با خود منصور داری۔ پس
اشارہ کردند بعصائے مبارک خود کہ ایں جا را مسجد بسازی۔ وایں مکان
راخانہ سکنا بنا نمائی وایں مقام را مقبرہ خود مقرر فرمائی و دل خوش
داری وحق سبحانہٗ تعالی را رفیق خود شناسی۔ کہ او ہر کار تو کار روا و
مشکل کشا خواہد بود وآنچہ نشان دادم خود بخود مہیا خواہد شد۔ چوں
صبح آشکارا شد۔ اذان خواندہ نماز ادا کردم ہنوز اشراق ناخواندہ بودم
کہ مردم شہر واطراف وجوانب فوج فوج می آیند وبہ رسوخ واعتقاد
ملاقات میکنند۔ کہ گویا آشناء صد سالہ من بودند۔ واکثر بدست
من بیعت کردند وسرداران افغانان کہ گرد نواح شہرے بودند نیز
آمدند وبیعت نمودند وآں باغ کہ ملک آنہاں بود۔ نیازم کردند۔ پس

ہماں مردم بتعمیر عمارات مشغول شدند اتفاقاً ہمہ عمارات ہماں۔ بنا شدند
کہ جناب عالی فرمودہ بودند پس در آنجا می بودم و ہر کہ بطلب مولا
می آمد موافق استعداد او تعلیمش میکردم بعد ازاں سرداری از قوم
افغاناں باعث شد کہ دختر مرا قبول کنید و در عقد آرید اجابت کردم
و در عقد آوردم از بطن او حقتعالی فرزند عطا کرد کہ مسمی بہ سید زین العابدین
شد چوں چند گاہے بدیں منوال گذشت از جناب غوث پاک
ارشاد شد کہ اے فرزند خواہش ما آنست کہ در قصبہ کنٹر سادات صحیح
النسب مے باشد کہ بواسطہ سید علی ہمدانی نسبت ایشاں بحضرت امام
حسین سید الشہداء مے رسد خواستگاری بکنید۔ حسب الارشاد واجب
الانقیاد کساں را بداں طرف فرستادم۔ در آنجا دو برادر بودند صاحب
سجادہ مسمی بسید غیاث و سید عیسٰے فرزنداں سید جمال کہ نبیرہ مے شد
بہ سید علی ترمذی و ایشاں ہمشیرہ داشتند چوں ازیں ماجرا اطلاع یافتند
گفتند ایشاں مافرانند۔ از نسب و حسب ایشاں وقوفے نداریم پس
ایں کار بغیر از کفو می تواں کرد۔ بموجب اِذَآ اَرَادَہُ اللّٰہُ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ
لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ در خواب دیدن کہ جد خود بایشاں میفرمایند کہ ایں خواستگاری
را قبول نمائید و مبارک دانید کہ ایں شخص از فرزندان خاص سید عبد القادر
الحسنی والحسینی الجیلانی است۔ و از شماں بیک نسبت مافوق است۔
و در حسب چناں است کہ در زمان خود نظیرے ندارد و باید کہ خواستگاری
او را قبول کنید و آنچہ مے خواہد اجابت نمائید۔ حسب الارشاد جد خود اجابت
نمودند و از تزویج ہمشیرہ خود راضی شدند و برائے من قبولیت نگاشتند
پس بحکم احکم الحاکمین آں عقد نیز منعقد گشت و از بطن ایشاں دو

فرزند متولد شدند یکے حضرت سید محمد غوث دوئم حضرت میر سید علی۔
حکایت شنیدم از والاخود سید محمد عابد کہ در عہد حضرت سید حسن علیہ رحمتہ والرضوان حاکم و ناظم کابل نواب امیر خاں بود واکثر در پشاور می بود واعتقاد وانقیاد بخدمت آنحضرت بسیار داشت وگاہے صبح وگاہے شام پیادہ بخدمت جناب ایشان می آمد وتحائف وہدایا بسیار میگذرانید لیکن در مذہب تشیع شائع بود۔ روزے خویشاں دعزیزانش متفق شدہ گفتند کہ ایں ہمہ اطاعت درویشی مثل تو امیرے بے چہ لازم است معہذا جائیکہ اختلاف مذہب وملت نیز واقع باشد نواب در جواب گفت کہ اے بیخبراں شما غرۂ بایں امر ستغارہ بناشید ونظر بر تسنن وتشیع نکنید بخدا من چنیں یقین دارم کہ حکومت وسلطنت عالم گیر در دست اختیار ایشانست اگر خواہند باما گزارند واگر خواہند دیگرے را بجائے ما نصب سازند باز بعد از چند ہما سخن را پیش نواب مکرر کردند چوں نواب دانست کہ انکار ایں ہا را اصلاح نمی شود۔ روزی باتفاق انہاں بخدمت آنحضرت رفت جناب ایشاں بصفائی آئینہ قلبی ماجرا دریافتہ فرمودند کہ اے امیر نزد فقرا بامتحاں آمدن موجب نقصان است نواب بالستاد وعرض کرد کہ یاسید! برحق حقیقت عقیدت ایں کمترین معتقداں وگفتگوئے کودکان بضمیر منیر کماھو ہویداست آنحضرت نگاہی بجانب آسماں فرمودند کہ فی الفور اشرفی ہا وروپیہ ہا مانند باراں باریدن گرفت چنانچہ صحن خانہ پُر از زر ونقرہ شد چشمان ناظرین در آں ساعت خیرہ گشت وآں منکراں متعجب شدہ۔ بے اختیار سر بہ پائے حضرت انداختہ میگریستند وعذر میخواستند آں گاہ فرمودند

که لشکر خود را لقمه فرمانید که ایں مایده را برداراند و سرمایہ خود سازند
پس مردم خویش و بیگانه درآمدند و بمقدور خود آں زر را برداشتند
آورده اند که ہر چند عام و خاص آں زر را برداشتند۔ ہیچ نقصانے
در آں راه نیافت آخر الامر از چشم مردم غائب شد۔ پس آنحضرت
نواب را فرمودند که اے امیر حق تعالیٰ بفضل و کرم خود چناں نوازش
فرموده است و چناں دولتم عطا نموده ست که اگر اہل مشرق و مغرب
جمع شوند و ہر روز از من نفقه خواہند۔ ہمه را بدہم و ہرگز عجز و ملالتم نیاید
و من ایں عظمت را عمداً اخفا میکنم که پادشاه شما را غبطه نشود ذَالِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ایں معنی دارد۔
حکایت شنیدم از جد امجد خود که در عہد آنحضرت مقرر بود که روز
جمعه بعد از نماز صبح تا نماز جمعه ہمه خادمان و طالبان بذکر جہر مشغول
بودند۔ و مولود خوانان غزلہائے شوق افزاء میسرودند و آنحضرت سر
مراقبه میبودند چوں ذاکراں از ذکر ساکت میشدند جناب ایشاں سر
برداشته نظر میفرمودند ہر که آں نگاه می رسید فی الفور از ناسوت بلاہوت
پرسید و ہر صالح و طالح که آں نگاه می افتاد در زماں عارف باللہ
میشد بلکه وحوش و طیورے که در عرصه نظرگاه آنحضرت در پریدن می بودند
چوں صید نیم بسمل بر زمیں افتاد که می طپیدند اتفاقاً در اں وقتے شخصے
بود عالم و فاضل حافظ آیات قرآنی و جامع کمالات ظاہری و باطنی حافظ
عنایت اللہ نام که ہزاراں شاگرد داشت چوں ایں ماجرا متواتر از کس و
ناکس مے شنید روزی بقصد امتحاں در خدمت آنحضرت آمد و بطریق
مباحثه عرض کرد که من شنیده ام که تو بر مردم جہال و عوام نظری

میفرمائی کہ از اثر آن از حالے بحالے تغیر می یابند لہذا آمدم کہ اگر باشد بمن نیز اشارہ فرمائی فرمودند کہ بر وکہ بسر وقت میسر خواہد شد۔ جواب داد کہ من شنیدہ ام کہ شما ابوالوقت اید۔ پس قید وقت چگونہ می فرمائید آنحضرت بغیرت آمدہ چنان نگاہے فرمودند کہ از زمین بالا رفت و در ہوا می رقصید بعد ساعتے بر زمین آمدہ پارچہا را پارہ ساخت و نعرہ ہا می زد و نالہ ہا میکرد مردم دست و پایش گرفتہ در حجرہ مسجد بند کردند تا سہ روز بے ہوش و مدہوش افتادہ بود و ہر گاہ وقت نماز می شد در گوشش صدا رحی علی الصلوٰۃ میکردند۔ اصلا حرکتش نمیشد روز سوم آنحضرت لبرش آمدہ توجہی فرمودند کہ بیکبار چشمان را وکرد و بافاقت آمد چون آنحضرت را دید سر نعلین مبارک مالیدہ میگریست و ہمیں آیۃ تکرار میمود کہ سبحانک تبت الیک وانا اوّل المسلمین پس بدست ایشاں بیعت کردند و سر کتاب ہارا بدریا انداخت واز ماسوی اللہ ترک کلی اختیار ساخت واز خلق استغنا چناں حاصلش شد کہ شاہ و گدا و امیر و فقیر در نظرش برابر بود و مرتبہ فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول میسرش گشت و بمقام بقا باللہ رسید و صحبت رسول اکرم و غوث الاعظم در اختیارش آمد چنانکہ آں حضرت راہر گاہ عرضی می بود با او میفرمودند و بموجب ارشاد ایشاں بلا توقف در حجرہ خود رفتہ بجناب عالی حالی میکرد و فی الفور جواب باصواب مے آوردہ و فی الواقع کہ اولیاء اللہ آفتاب معرفت اند ہر ظلمتے کہ باشند در زماں چوں خردش میساختند ایں است معنی نظم حافظ شیراز

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمی بما کنند

و دیگرے گفتہ۔

آنانکہ چشم مست بصد حیلہ واکنند
سگ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

حکایت شنیدم از والد ماجد خود کہ یکبارے جناب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بقصد سیر کشمیر و دیدن مشائخ آنملک عازم آنصوب و برادر حضرت خود حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ را ہمراہ گرفتند چون در حد دہتور (دھمتوڑ) رسیدند کہ آں را سرپکھلی گویند در آں جا شخصے بود مظفر نام باشتیاق تمام بخدمت آمد و الحاح تمام بخانہ خود برد و حتی المقدور خدمت و مہمان داری بجا آورد و از اطاعت و بندگی دقیقہ باقی نگذاشت و چون غلامان کمر بستہ تمام شب بخدمتگاری بسر برد چون صبح بدمید و وقت کوچ رسید میزبان بخدمت دوید و خاک ادب ببوسید آنحضرت پیش طلبیدن دستار مبارک را باد بخشیدند عرض کرد کہ یا سید برحق بسیار پریشانم و از دست سلاطین دہنتور و پکلی مغلوبم۔ آں حضرت بر سر ترحم آمدہ شمشیر خودش بخشیدند و فرمودند کہ ترا سلطنت آں ملک دادیم و حاکمان را محکوم تو گردانیدم دلخوش دار و ما را با خود پندار انشاء اللہ تعالےٰ ہر طرف رو آری مظفر و منصور باشی آوردہ اند کہ در اندک زمانے او راچناں فتح یاب شد کہ تمام ملک دوبار کوہستان در تصرفش آمد۔ چنانچہ از دریا عبور کردہ شہرے بنا کرد و مظفر آباد نامش نہاد و ہرگاہ سلاطین بجنگش آمدندی ہزیمت خوردندی تا بحدیکہ نوبت سلطانے بنام آوردند و سلطانان سابق چاکرانش شدند و از سلطان حقیقی سلطان مظفر خان اش مقرر شدو

وتا حد کشمیر تسخیر نمود وتا این زماں کہ ہشتاد سال میگزرانید اولادہمو
متصرف آنملک اند و ازاں شخص روایت میکند کہ او گفتے کہ ہرگاہ بجنگ و
جدال سوار می شدم۔ آنحضرت را باخود سوار می بینم کہ پیش روی من ایستادہ
مے باشند این است ظہور تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
القصہ چوں آں حضرت بکشمیر رسیدند در محلہ عیدگا ■ درخانہ منصب
داری نزول فرمودند و پنج شمشماہ تابستان گذرانیدہ واز صرافاں و
بقالاں نقد وجنس بطریق قرض ودام برداشتہ صرف فقراء ومساکین مے
نمودند وبطریق معہود لنگری بخشیدند و بدرویشاں شب و روز مبدادند
چوں زمستان در رسید جناب ایشاں را عزیمت پشاور در دل پیدا شد
وتہیہ سفر آغاز کردند ونقل مکانی فرمودند قرضداراں خبریافتہ باجماع آمدند ومطالبہ
نمودند حضرت فرمودند کہ صبر کنید کہ از وطن ہندوی کردہ خواہد شد آں
ظاہر بیناں فرمودہ ایشاں را چوں قول بے ثبات خود نا معتبر پنداشتہ
سخت گیری کردند و درشت گوئی آغاز نمودند آنحضرت لاچار شدہ اظہار
اسرار کردند فرمودند بروید در آں منزل کہ مسکن ما بود در آئید در
آں حجرہ کہ خلوت سرائے ما بود پس بوریا برداریدو قرض خود بستانید
و آنچہ نصیب دیگراں باشید باآں کار بے نداشتہ باشید حسب الارشاد
در حجرہ آں خانہ در آمدند و بوریا برداشتند دیدند کہ تودہ از زر
سرخ وسفید افتادہ است شمردند و قرض خود را برداشتند تتمہ
آنچہ اضافہ ماند از چشم آں ہا غیب شد و در تعجب و شگفت ماندند
و با بناءِ جنس ماجرا گفتند رفتہ رفتہ کار بجائے رسید کہ ہزاراں

شنیدند وگروه وگروه بخدمت آں حضرت میدویدند وعذر ہامیخواستند وبیعت میکردند تاآنکہ ہمہ روساءِ شہر جمع شدہ التجاء آوردند کہ درہمیں ملک اقامت نمائید وما را از دولت خود محروم سازید ایشاں موقوف بر مشیت الٰہی گزاشتند پس عرض کردند بجناب غوث الاعظم کے دریں باب چوں چہ کنم حکم شد کہ شما بروید بمسکن مالوف خود و اینجا بگزارید برادر خود حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ را دخلافتش بدہید۔ کہ ولایت ایں ملک باوست۔ پس بموجب فرمان واجب الایقان جناب غوث الاعظم چناں کردند ہمہ مردم را ارشاد فرمودند کہ چوں شما خواہش ماندن فقیر کردند من بجناب پیر و مرشد خود عرض کردم حکم شد۔ کہ برادر خود را نائب خود کردہ بوطن مراجعت نمائید اکنوں وصیت میکنم شمارا کہ در خدمت ایشاں رجوع باشید و ایشاں را نائب و جانشین من دانید۔ بلکہ عین من پندارید انشاء اللہ تعالیٰ ہمہ مہمات شمارا کافی خواہد بود۔ پس منشور خلافت بنام ایشاں نوشتند و دستار مبارک را بسر ایشاں بستند و در خلوت بردہ عرض احوال ایشاں را بجناب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کردند و دست ایشاں گرفتہ بدست آں جناب دادند۔ فرمان آمد کہ خاطر جمع دارید کہ در ہر حال باشما آئیم۔ پس ایشاں را وداع نمودند وخود بہ پشاور تشریف فرمودند آوردہ اند کہ حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ را چناں مقام عالی میسّر شد۔ کہ اکثر اوقات احیائے اموات از ایشاں بظہور آمد کہ درجۂ نہایت است کہ الفقر اذا تم ہو اللہ آمدہ است۔

حکایت شنیدم از جدّہ ماجدہ خود کہ ایشاں بمعائنہ مے فرمودند
کہ یکبارے جناب حضرت سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ بقصد سیر کابل
تشریف فرمودند و خادمی را دربان مقرر نمودہ بدرخانہ گذاشتند روزی
آں خادم بجہت ضرورتی بر درخت سوار شد کہ در صحن خانہ واقع
بود و در ہمسائیگی ما بعضے خویشاں وعزیزاں نواب ناصر خان میبودند
قضاءً نظر آں خادم بخانہ آں ہا افتاد آں شوریشتاں مانند سگ
بیاباں دریدہ آمدند و خادم را از درخت فرا وردہ بخانہ خود بردند
و بسیار زدند و انواع اہانت و زیادتی رسانیدند پس بعضے مردم اہل
محلہ شفاعت کردہ خلاصش کردند اتفاقاً ہمہ شب صاحب آنخانہ
را بغتہ جنونی در سر پیدا شد و حالتے دستش داد کہ شمشیر برہنہ
کردہ خویش وبیگانہ را بیدریغ میزد و جامہ را پارہ ساختہ مکشوف
العورۃ میگشت و از زن و مرد تفادتے محسوس نمیکرد۔ آخر الامر
کارش بطوق و زنجیر بند سر انجامید کہ مطوق و مسلسل کردہ در
حجرہ مقفل ساختند و ہر روز بدرخانہ آمدہ اعتذار می نمودند تا آنکہ
خبر مراجعت آنحضرت در شہر افتاد پس آں شخص را کس گوئی خود
گرفتہ باستقبال آں حضرت رفتند و بعد مسافت دو سہ منزل جناب
آنشاں را یافتند و بکمال انفعال و شرمندگی ملاقات ایشان نمودند
آں حضرت پرسیدند کہ سبب آمدن شما چیست و باعث استمرار کیست
گفتند یا سید برحق دردمندانیم کہ از پے درماں آمدیم پس سرگذشت
دیوانگی آں شخص را بتفصیل تمام تقریر نمودند آں حضرت فرمودند
کہ او را حاضر آرید۔ پس بہماں طوق و زنجیر بحضور آوردند۔ چوں حضرت

را دید سلام بجا آورد و از دور بایستاده۔ آں حضرت فرمودند کہ طوق و زنجیرش بکشاید حسب الامر کشادند و ہیچ حرکتے نکرد و باادب ایستادہ آنگاہ خطاب فرمودند کہ اے مرد غبیے ایں شخص را چرا تصدیعہ میدادے و ایذا انش میرساتی۔ بفصاحت تمام جواب داد کہ یا سیدیؒ چناں کہ انسان مریداں شما اند، نیز غلامان شما ایم و سر بخاک آستان شما دادیم۔ ایں شخص دربان دولت سرائے شما را اہانت کردہ و انواع ایذا رسانیدہ و پاس حرم محترم شمارا ہرگز نداشتہ از امروزش گرفتہ ام و تا جان در قالبش باشد مگذارد و بدیں خواری بدارد حضرت تبسم فرمودہ گفتند کہ اکنوں از کردہ خود پشیماں است و بعذر و اعتراف پیش آمدہ است ما از تقصیر ایں گذشتیم تو نیز دست ازیں بدار بہیئت خوش بگذار و فی الحال احوالش مبدل شد و مزاجش بافاقت آمد و سر بہ پائے آنحضرت انداختہ میگریست و عذر میخواست ناظرین و سامعین از وقوع آں حالت متعجب شدند الحق من لہ المولیٰ فلہٗ الکل ایں صورت دارد

حکایت شنیدم از حاجی محمد صدیق و حافظ محمد اعظم کہ "مریدان خاص جدّی و مرشدی سید محمد غوث بودند از صحبت ایشاں بسیار یافتہ و اثر آن ازاں ہا بظہور آمدہ کہ روایت میکردند از جناب حضرت سیدؒ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہ روزے نواب امیر خاں در خدمت شریف آمد و بے التماس کرد کہ از برائے شکارے نخچیراں میروم و آرزو دارم کہ حضرت ہم قدم رنجہ فرمائید و تماشائے بنید آں حضرت التماس او را قبول فرمودہ سوار شدند چوں در نخچیرستان رسیدند آہوئے بر خواست نواب لشکر خود را بفرمودہ کہ ایں صید را محاصرہ بکنید و کسے نزنید مگر آنکہ

از پیش او برون رود بس چنان کردند و ہمہ لشکریان گرداگرد او
بایستادند و آں آہو درمیان لشکر میرمید و جولان میکرد و ہرطرف
کہ نگاہ میکرد و مفری نمی یافت تا آنکہ نزدیک آں حضرت شد و بدست
ایشان تیر و تغلی ندید بیکبارگی بجہید تا بیرون صف لشکر خود راہ کشید
و بجانب مسکن خود روان گردید بموجب امر امیر احدی متعرض او
نگردید آخر الامر نواب بخدمت جناب عرض کرد کہ یا سیدی آہو از
پیش گاہ شما بدر رفت لہذا کسے متوجہ او نشد حالا ہرچہ ارشاد باشد
بعمل آوردہ شود آنحضرت عنان اسپ را گردانیدہ او ہو کردند کہ
اے صید کجا مے روی کہ رزق ما ای۔ یکبار دیدند کہ آہو از رمیدن
ماند و بر زمین بیفتاد و حضرت فرمودند کہ زود لبسرش برسید و ذبحش
کنید در جگرش سوراخ شدہ است مانند سوراخ تیر و آں از اثر
او از قہرانیہ آنولایت پناہ بود کہ در جگرش سوراخ نمود و ازیں است
کہ جناب غوث الاعظم در فتوح الغیب فرمودہ اند کہ چوں سالک
بدرجہ انتہا رسد ولایت حاصلش گردد و متخلق میشود باخلاق
اللہ و ظہور میکند از او حکم کن فیکون کہ ـــــــ الفقیر مَنْ اذا اراد
شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون ـــ **حکایت** شنیدم از عم خود میر شاکر
غفر اللہ لہٗ کہ روایت میکردند از پدر بزرگوار خود سید محمد غوث
رحمۃ اللہ علیہ کہ یک بار در عہد والد ماجدم حضرت سید حسن رضوان
اللہ علیہ در پیشاور در کابل بلکہ تا غزنین شہرے افتاد کہ سلطان
زمان اورنگ زیب عالمگیر از بیت الغرور بدار السرور رحلت نمود
و ہمیں مضمون مکتوبات تجار وغیرہ نیز از سمت ہندوستان بمردم

آنملک رسیدند از وقوع ایں خبر طرفہ حالتے در بلاد و دیار دست
دادہ و انقلاب عظمی در شاہ دگداز و نمود نواب امیر خان مضطرب الحال
گشتہ در خدمت حضرت آمدہ عرض احوال کرد و اظہار اضطراب
خود و شہرت انقلاب بادشاہ بیان نمود۔ آں حضرت فرمودند کہ امیر
دل خوش دار و نزد و ولے بخاطر مبارک بادشاہ تو بسلامت است
و از یں شہرت بغلط است امید است کہ بفضل علام الغیوب روز
سوئم خبر صحیح الاثر خواہد رسید و تسکین دل حاصل خواہد گردید و
ایں علم الیقین را بعین الیقین خواہی دید آوردہ اند کہ چوں صبح روز
سوئم شد قاصد شاہ جہاں آباد رسید و نامہ شاہ رسانید و مکتوبات
امراء دیگر بسائر الناس مشتملہ اخبار سلامت آثار الصواب نیز آورد
یک مرتبہ در خانہ ناظم ملک شادی شد و طبل سوری بنواختند و خیرات
و تصدقات بفقرا دادند۔ علی الصباح امیر با تحائف کثیر بخدمت
آنحضرت آمد و شکرگذاری بجا آورد و بشاشت بسیار ظاہر نمود۔
آں گاہ عرض کرد کہ یا سیدی و مولائی ایں عاصی را یکے از غلامان
حلقہ بگوش شما میداند کرشمہ از یں اسرار نہائم نشان بد ہند عین بندہ
نوازی خواہد بود جناب فرمودند اے امیر بتعلیم معلم حقیقی چنیں معلوم
شد۔ کہ اول وفات ما بوقوع آید و بعد ازاں وفات بادشاہ خواہد بود
از یں جہت از شہرت عوام اعتماد نشد آوردہ اند کہ وفات بادشاہ
اورنگ زیب بہماں قسم بوقوع آمد کہ جناب ایشاں فرمودہ بودند ایں ست کہ فرمودہ اند

آں چہ در آئینہ جواں بیند
پیر در خشت خام آں بیند

حکایت شنیدم از والد ماجد خود کہ یک باری آں حضرت را نواب امیر خان در ایام تابستان التجا و التماس بسیار کردہ بطرف کابل ہمراہ دو چند گاہ در آں جا سیر بردند ناگہاں روزے نواب را فرمودند کہ اے نواب ازیں ملک بیرون باید شد کہ وبائی عظمے و عذاب الٰہی بر سر ایں ملک نازل بیگردد و ہیچ متنفس بسلامت نخواہد ماند و آں نواب سہل انگاری نمودہ تغافل زد چوں روز دوئم شد باز نواب را بتاکید اعادہ امر مذکور کردند نواب عرض کرد کہ یا سیدی برحق آنچہ شما فرمودید یقین دارم کہ شد نیست امّا چکنم کہ عالم نوکر نیست اگر بظل سبحانی خبر رسد کہ ملک را خالی گذاشتہ رفتہ است مورد غضب سلطانی گردم لاچار گرفتار ایں قفسم آنگاہ حضرت کوچ کردند و بعد چند روز با پشاور رسیدند۔ اندک زمانی در گذشت کہ خبر وباء آں صوب شائع گشت و آں چناں بود کہ ہر روز و شب ہزاراں فجعہ میمردند و ہر کہ برائے دفن اموات میرفت با ہموں می پیوست و باز نمی گذشت تا آنکہ نواب سید الارباب نیز در ہماں مخمصہ و مہلکہ رو بعالم بقا آورد انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

حکایت شنیدم از والد ماجد خود کہ شخصے از خدمت حضرت سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ بیعت کردہ ملازمت اختیار نمود و پیوستہ در خدمت مے بود و زبان از حکایت اولیاء سابق میکشود و از انجملہ از بزرگے حکایت آورد کہ او از دوئی دریا بغیر از کشتی و ناخدا مے گذشت و رفیقان و خادمان نیز از کفائش میگذشتند آنحضرت شنیدند و ہیچ نگفتے فرمودند تا آنکہ روزے بدعوت شخصے عازم پرگنہ

دوآبہ ہشت نگر شدند و در عرض راہ دریائیست کہ از سمت کابل
مے آید و باٹک معلق میشود چوں درآنجا رسیدند ملاحاں کشتے
راپیش کشیدند آوردہ اند کہ در آں زماں جناب ایشاں براسپ
عراقی سوار می بودند۔ کہ بلا مبالغہ باد پالیش میگفتند و آں خادم
افسانہ سرائے نیز ہمراہ رکاب بود و دست بدوال زین داشت چوں
اسپ نزدیک کشتی رسید بعنانش اشارہ کردند کہ تا بکشتی وردد
و اتفاقاً چناں صحبت کہ از سر کشتی بدریا افتاد و آں خادم کہ دست
بدوال داشت نیز ہمراہ اسپ پرواز آمد و بہ دریا رسید تا آنکہ غوطہ
خوردند و بقعر دریا رسیدند و ہمہ ساحلیان بہ آہ و فغاں در آمدند
و جامہ ہا چاک نمودند چوں ساعتے منقضی شد یکمرتبہ اسپ بمع سوار
و پیادہ سر بر آورد و ہر سہ تن بسلامت بکنار بر آمدند۔ حاضرین و
ناظرین سراسیمہ گشتہ پیش دویدند و بدست و پائے آں حضرت
ردیائی خود می مالیدند و قدم مبارک را میبوسیدند آخر الامر چوں
تفحص کردند و خواستند کہ لباس مبارک را بیفشارند و خشک سازند
دیدند کہ جامہ ہائے خشک اند دگر دراہ کہ افتادہ بود از ہر سہ تن ہماں دستور
بحال و برقرار است و ہیچ اثرے از آب پیدا نیست۔ ہمہ نظارہ گیاں
تعجب میکردند و آثار قدرت اللہ مشاہدہ مے نمودند۔ پس از دریا عبور
فرمودہ بمنزل مقصود رسیدند چوں شب شد آں شخص را فرمودند
کہ یا عبد اللہ دیدی قدرت اللہ را گفت آدمی یا سید برحق آں گاہ
فرمودند کہ چوں حکایت و روایت گذشتن اولیاء اللہ از روئے دریا
میکردی اکنوں بچشم خود دیدی کہ چگونہ بقعر بے پایاں رسیدی و چناں

خشتک بر آمدی وفوق کل ذی علم علیم ٥ شاہد ایں معنی است الایہ
آنگاہ فرمودند اے درویش ایں ہمہ آنچہ دیدی و شنیدی بازیٔ طفلاں
است وکار دیگر است بلکہ سالک را ایں کارہا آفات است و مانع علوِ
درجات است۔ حکایت شنیدم از والد ماجد خود کہ نواب امیر خاں
از برائے سعادت خود سند چند لک درم بطریق معیشت و انعام
از پیش بادشاہ عالمگیر بنام فرزنداں حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ
حاصل نمودہ بخدمت آورد وگمان برد کہ ایشاں ازیں خدمتم مہربان
خواہد شد پس برخواست وآں سند را درجیب کشیدہ بنظر مبارک گزرانید
چوں دیدند جواب دادند کہ یا امیر جزاک اللہ کہ خیر خواہی فقراء مرکوز
خاطر داری امّا من طالب ایں نیستم و احتیاج ایں ندارم باید کہ بحاجت
منداں و مستمنداں بدہی کہ قوت لایموت شاں شود و ترا سعادت گردد
نواب بہ الحاح بسیار التجاء آورد کہ ایں ہدیہ بدرجہ قبول مقبول گردد
کہ تا ازیں امید نکہ کردم محروم نگردم آنگاہ فرمودند کہ اے مقبول اہل اللہ
نشنیدہ کہ نیت المومن خیر من عملہٖ دل خوش دار کہ ایں
خالص تو بدرگاہ منعم حقیقی مقبول و منظور شد۔ لیکن من دل از اسباب
ایں جہاں بالکل برداشتہ ام و از ہمہ بگسستہ بمولیٰ بستہ ام نمیخواہم کہ
ماسوی اللہ خاطرم متعلق باشد اکنوں مثال میگویم کہ تسلی خاطرت گردد۔
اے امیر نوکر عالمگیرے اگر بجانب بادشاہ دیگر روی اطاعت آری
از بادشاہ خود چہ بینی دمن کہ غلام بادشاہ واجب الوجودم معاذ اللہ اگر
روئے امید بدرگاہ بے پناہ ممکن الوجودے آرم چہ خواہم دید نواب
از استماع ایں کلمات آب از دیدہ برکشید و لاجواب شدہ۔ باز چیزے

تکرار نہ کرد و آنچہ آوردہ بود باز خود برد و ہرگز قبول جناب نشد دریں صورت نظمِ اعجازِ حافظ شیراز بیادم آمد کہ مناسب الحال ایں مقال است۔

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

حکایت شنیدم از جدِّ امجد خود و مرشدِ ارشد خود حضرت سیّد محمد غوث علیہ الرحمۃ کہ جناب پدر بزرگوارم سید حسن رحمۃ اللہ علیہ از اٹک بسمت پشاور میرفتند۔ چوں از کشتی عبور میکردند کتابے از وظیفہ خاص آں حضرت بدست خادمی بود۔ قضا از دست او در عین عبور بیفتاد در دریا غرق شد۔ خادم سراسیمہ گشتہ گنگ شد اصلا چیزے نگفت تا آنکہ از دریا گذشتند و بساحل رسیدند و روان شدند تا در سرائے نوشہرہ کہ از اٹک ہشت کوہ بالا است منزل کردند چوں وقت سحر شد۔ از تہجد فارغ شدہ کتاب وظیفہ از خادم درخواستند کہ بدستور معمول بخوانند خادم از ہیبت بلرزید و طاقت اظہار ماجرایش نماند حضرت مکرر طلب فرمودند لاچار لرزاں ترساں عرض سرگذشت نمود فرمودند چرا ہماں زماں خبرم نکردی گفت یا مولائی چوں از بغلم جدا شد و بدریا افتاد ہنوز بدریا نارسیدہ بود کہ از چشم غائب شد و تندی آب چناں در بود کہ نظرم کار نکرد و از دہشت ستما زبانم لال کہ ہیچ نتوانستم گفت آں گاہ فرمودند کہ برو برلب دریا کہ بداں دریا ملحق میشود و دست بآب کردہ بگو۔ کہ سید حسن کتاب خود میخواہد۔ گفت یا سیّدی کتاب از گذر اٹک رفتہ ہست و ایں مکان

ہشت کردہ بالا است۔ از ینجا چگونہ بدست آید۔ فرمودند۔ اے بے خبر کار پروردگار از تدبیرات بیرون است آوردہ کہ در آں منزل دریائے جاری ست کہ از کابل می آید۔ و بعد مسافت ہشت کردہ باٹک واصل میگردد پس آں خادم حسب الارشاد آں مرشد کامل بر لب آں دریا رفت و موافق فرمودہ آں جناب بعمل آورد۔ چوں دست بدریا انداخت یک بارگی کتاب رفتہ بدستش آمد بخدمت آورد و زمیں ادب بوسید گفت یا سید برحق بے شعور بودم وگرنہ ہمانجا عرض میکردم کہ افتادہ بود آں گاہ کتاب برکشادند و ورقا بورق گردانیدند۔ دیدند کہ اثرے از آب سرایش نکردہ د چناں است گویا کہ اکنوں از صندوق کشیدہ اند۔ الحق اولیاء اللہ مظہر ذات وصفات الٰہی اند۔ ازاں ہمہ صفات اللہ ازاں ہا ظہور میکند چنانچہ حضرت مولوی ردم میفرمایند

از سبب سوزیش من سودائیم
واز خیالاتش چوں سوفسطائیم

حکایت شنیدم از جد امجد خود حضرت سید محمد غوث علیہ الرحمۃ کہ میفرمودند کہ در عہد حیات والدی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ چناں اطعام وانعام در مطبخ آں حضرت می شد کہ ہر غنی و فقیر و ہر صادر و وارد قوت خود می یافت و ہر چیزے کہ سائل سوال کردی بلا توقف یافتی و جناب ایشاں بذات خود بادنٰے واعلےٰ خبر گیری واحوال پرسی کردندی و بدست خود ہر کس طعام رسانیدندی و ایں ہمہ اخراجات بقرض دوام میکردند و ہر گاہ چہار پنجہزار روپیہ از مردم صرافاں و بقالاں ذمہ میشد غیب الغیب فتوحی چناں میرسید کہ تمام

دین ساقط میگشت القصہ چون آنحضرت راسفر وایپسین در رسید
از عالم فانی بجہان باقی توجہ نمودند درآن زمان نیز از مردم چند ہزار
روپیہ ذمہ آنجناب بود ہر کس وناکس برائے فاتحہ و تعزیہ نزد
فقیرے آمدند تا آنکہ مردم وزنان نیز برائے فاتحہ آمدند و در
مجلس نشستہ بایکدیگر آہستہ سخنے میکردند در دل دانستم کہ شاید
وسواس دین خود میکنند پرسیدم کہ چہ میگویند گفتند اے صاحبی
زادہ گوئیم سخن از کشف وکرامات پدر بزرگوار شما میگوئیم وصنعت
پروردگار را می بینیم کہ بندگان خود را چساں تربیت کردہ ومراتب
رسانیدہ کہ عقل عاقلاں درغور ایں معنی عاجز ونظر صاحب نظران
قاصر است۔ گفتم باشد کہ مارا نیز ازاں اسرار اطلاعی بدہید کہ ذوقے
حاصل خواہم ۔

چوں پیام دوستاں با دوستاں
تفہ سازد مغز را در استخواں

گفتند چوں قبل ازیں چند روز خبر شدّت مرض آں حضرت
شنیدم خیال قرض ودین بخاطر ما گذشت کہ آیا اگر واقعہ واقع شود
صورت معاملت ما چگونہ در پذیر باشد کہ درخدمت ایشان بردیم و
حقیقتی دریابیم۔ چوں شب شد چند کس مشعلہا بدست گرفتہ وکیسہا
پُر از سرخ وسپید برداشتہ پیدا شدند وہمہ ما را طلبیدہ یکجا جمع
نمودہ گفتند کہ ما فرستادہ حضرت سید حسن ہستیم باید کہ باما حساب بکنید
آنچہ ذمہ ایشان برآید از ما بستانید پس کاغذہا برکشیدیم وحساب
کردیم آنچہ از ہر کس برآمد ہماں وقت حوالہ نمودند وحجت وتمسکات

کہ ازاں حضرت نزدمایاں بود ازما گرفتند آں گاہ بخلییت خواستند اہل مجلس از استماع ایں ماجرا زار زار بگریسیند در فراق ایشاں نالیدند من گفتم اے یاران مرا ازیں واقعہ وقوفی نیست گفتند کہ کاغذہائے خود را بہ ببیند کہ ازمیان آں تمسکات مذکور خواہید یافت از کمال تعجب برجستم و کاغذہا برکشادم و دیدم کہ ہمہ تمسکات وفیوش و دائین بعینہ موجود اند و آنچہ ازاں شنیدہ بودم کما ہُو دیدم و نیز جناب ایشاں می فرمایند کہ ہرگاہ از امور دینی و دنیوی مشکلے در پیش می شود و لعقدہ در میہام حضرت ایشاں را می بینم کہ بہماں شکل و شمائل کہ دراں عالم میبودند در نظرم حاظر میشوند و حل آں عقدہ کردہ بازغائب میشوند دریں صورت در بیداری دستم مے دہند در خواب آری اولیاء اللہ لایموتون بل ینتقلون من دار الی دار ایں معنی دارد چنانچہ حافظ شیراز میفرمایند

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حکایت میفرمودند جناب سید محمد غوث علیہ رحمۃ والرضوان کہ والد شریفم سید حسن رحمۃ اللہ علیہ ورضوانہ بر عموم خلق اللہ چناں شفقت ورافت ومہربانے داشتند کہ پدر بہ پسر داشتہ باشد چنانکہ ہرجا مریضے میبود برائے عیادتش میرفتند و خبر خرچ غذا و دوائش میگرفتند و ہر بد بونکہ را از ہر بار دائین پشتش دو ناامید بند فی القور دین و ذمہ او را بگردن خود گرفتہ او را خلاص مینمودند و ہرکہ از برائے تزویج پسر یا دختر نارسامے بود در زمان جہیز او را تیار کردہ سر دالیش مے فرمودند۔ و ہر کثیر العیالے کہ عرض احوال خود بخدمت ایشاں میکرد

موافق قوت وکسوت و یومیہ او مقرر میکردند کہ ہر روز بوقت معہود از جیب خود مے یافت وحاجت عرض مکرر نمیداشت و ہر سپاہی مغلی کہ از برائے اسپ وسلاح درماندگی داشتے ہماں زماں سلاح خود بکمرش بستندے وبر اسپ خاصہ خود سوار کردہ رخصت فرمودندے و ہر کہ گرسنہ آمدی او را ناں چاشت وشام از مطبخ مقرر فرمودندی تا آنکہ درویشی را از مطبخ خاص زماں ہر دو وقت مقرر بود روزے درویش بغیر از نان شام بجائے رفت وسر وقت نہ رسید داروغہ مطبخ بخدمت حضرت عرض کرد کہ فلاں درویش وظیفہ خوار حاضر نیست فرمودند کہ نان او را پیش من آر حسب الامر نان او را بحضور آوردند پس قدری آتش نزد خود طلبانیدہ آں نان را بر آتش نہادند آوردہ اند کہ تمام شب خود آں نان را گرفتہ نزدیک آتش نشستہ گرم داشتند علی الصباح درویش پیدا شد و آں نان را پیش او گذاشتند چوں نان شبینہ را تازہ یافت باعث آں پرسید حضرت فرمودند کہ چوں وقت شام حاضر نہ شدی در دلم گذشت کہ آیا کدام وقت بیاید دگر گرسنہ باشد ونان سرد را نتواند خورد پس تمام شب بر آتش گذاشتم وخود ہم در انتظارت بودم۔ از اں ایں نان را گرم می بینی اینست معنی اَلحُبُّ لِلّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ

تمت ہذہ النسخہ الشریفہ من التحریر والتصنیف فی سنہ ۱۱۸۹ھ

واقعہ وفات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بست وپنجم
شہر ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۵ھ یک ہزار ویک صد وپانزدہ واقعست

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

تمت تمام شد

ابو البرکات سید حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ قادری گیلانی

[illegible] قادری

اردو ترجمہ

خوارق العادات

یعنی

بعضے کرامات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (فارسی)

از

سید غلام بن حضرت سید محمد عابد بن حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب قادری لاہوری

مترجم

فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی، یکہ توت پشاور